U102058 8-12-09.

Title - GHADAR KE MUNAZIR; EK FRANCEESI AURAT KI ZUBANI

Creator - Mutarjuma Zafar Taabaan.

Publisher - Tuiji Press (Delhi).

Date - 1935

Pages - 120

Subjects - Tareekh - Hindustan - Ahad Ghadar

سلسلہ غدر کا پہلا حصہ

غدر کے مناظر

ایک فرانسیسی عورت کی
زبانی

مترجمہ ظفر تاباں

پبلیشر نظام الرحمٰن
تاجر کتب دہلی

تجلی پریس دہلی

مختصر فہرست کتب کتبخانہ نذیر حسین و نظام الرحمن تاجران کتب پٹیا کلاں دہلی

مسلمانوں کی زندگی۔ اس میں بزرگوں کے عادات اور اخلاق سے موجودہ زمانے کے اخلاق اور عادات دکھا کر بتایا ہے کہ ہم اپنے مذہب سے کتنے دور چلے گئے جس کی وجہ سے آج ہر شخص پریشان نظر آتا ہے کہ کاش پھر ہم اپنی طرز معاشرت کو درست کریں تو پھر ہم اسی شان و عظمت اسی جاہ و دولت کے مالک ہو سکتے ہیں۔ اس کتاب میں گذشتہ اور موجودہ زمانے کے مسلمانوں کی زندگی کا موازنہ کر کے بتایا ہے کہ کس طرح اب ہم کو کاربند ہونا چاہیئے۔ کیوں کہ بچے کچی کونپل کے مانند ہوتے ہیں اسواسطے ایسی چیزیں ان کی نظر سے گذرتی رہیں تو وہ آیندہ اپنے بزرگوں کا نمونہ کہلانیکے مستحق ہو سکتے ہیں۔ قیمت عمر

آپ بھی مضمون نگار ادیب اور لیڈر بن سکتے ہیں

آپ صرف چند دن تالیس مضمون نگاری کے بتائے ہوئے طریقے سے مشق کریں تو آپ بھی مایہ ناز انشا پرداز ادیب بن جائیں گے۔ یہ کتاب آپ کی تقریر کو دلپذیر اور تحریر کو دلچسپ بنادیگی۔ آپ روشن خیال ادیب حاضر جواب مقرر بنجائیں گے۔ قیمت ایک روپیہ عمر کیا ایک روپیہ میں اعلیٰ درجہ کا مضمون نگار بنجانا بھی مہنگا ہے؟

صرف ایک روپیہ عمر

جہانگیر کی چہیتی بیوی۔ نور جہاں بیگم اور اس کا اعلیٰ قابلیت سے حکمرانی کرنا کوئی معمولی چیز نہ تھی ہندوستان میں دو ہی بیگمات ایسی گزری ہیں جن کی قابلیت حکمرانی زبان زد عام ہے اول تو نور جہاں بیگم۔ دوسرے بیگم بھوپال جن پر ہندوستانیوں کو جتنا بھی فخر ہو کم ہے۔ یہ نور جہاں بیگم کون تھی کس جگہ پیدا ہوئی کہاں پرورش پائی کس حال میں رہ کر کس طرح بیگمات میں شمار ہوئی اور کس طرح پردہ میں رہ کر حکومت کی۔ کیا مصیبتیں اٹھائیں وغیرہ وغیرہ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو سوانحعمری نور جہاں بیگم میں ملاحظہ فرمائیں اور دیکھیں کہ خسرو اقلیم دل شیریں بیان ہو کر کرے گی جہانگیری یہ اور نور جہاں ہو کر۔ قیمت

صرف چار آنہ ۴ر

دنیا کی ترقی کا دارومدار ہی تاریخ کے مطالعہ پر ہے۔ تاریخ ایک زندہ مثال معلوم ہوتی ہے کہ کس طرح بڑے بڑے اولو العزم بادشاہ ہوئے کس طرح ترقیوں پر ترقیاں کیں کس طرح حکومت کمائی کی اور پھر تباہی کیا اسباب ہوئے ملک کی ریشہ دوانیاں اور بغاوتیں کیا کیا رنگ لاتی ہیں آج جو آپ بڑی بڑی حکومتیں دیکھ رہے ہیں وہ سب قدیمی تاریخ کے مطالعہ کا نتیجہ ہے۔ ہر وہ شخص جو اپنی ترقی چاہتا ہے تاریخ کا مطالعہ کرے۔ بقیہ ٹائٹل صفحہ

ملنے کا پتہ نذیر حسین نظام الرحمن تاجران کتب پٹیا کلاں دہلی

غدر کے مناظر

ایک فرانسیسی لیڈی (مسز ہورٹسٹٹ خانم انگلیشی) نے غدر کے
ابتدائی حالات اور حکومت انگریزی کی بے سروسامانی کا فوٹو کھینچا ہے

مترجمہ

پروفیسر ظفر تاباں

پبلیشر

نظام الرحمٰن منیجر رحمانیہ بکڈپو دھلی دریبہ کلاں نے باخذ حقوق دائمی

مطبع تجلی برقی پریس دھلی میں طبع کرایا

نومبر ۳۵ء

قیمت صرف ۱۲/

باراول

عرض حال

کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے
نہ سنو اے خدا شیون کسی کا

مشہور ہے کہ واقعات غم بھی انسان کی تفریح طبع کا سبب ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو ہم اہل وطن کی خدمت میں ایک ایسی المناک سرگذشت پیش کر رہے ہیں جسکا مطالعہ ہر فرد کے لیے ضروری ہے۔

اہل ملک کے مذاق کا خیال کرتے ہوئے جہانتک ممکن تھا ترجمہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ترجمہ اصل کتاب سے بالکل مختلف ہو گیا مگر واقعات میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کی گئی:-

مترجم

19.2.90

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غالباً ہر ملک کے باشندے اپنے ملک کے واقعات اور انقلابات کو دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور عجب اتفاق ہے کہ ہمارے ملک میں تمام دنیا کے ممالک سے زیادہ سیاسی اور اقتصادی انقلابات آئے۔ پھر کوئی ایسی وجہ نہیں کہ بھارت ماتا کے سپوت اس سرزمین کے واقعات سے غافل رہیں جس کی خاک سے وہ پیدا ہوئے ہیں اور جس کی خاک میں ان کو ملنا ہے۔

ہم اس موضوع پر کتابوں کا ایک سلسلہ شائع کرنے والے ہیں۔ اگرچہ موجودہ کتاب ہمارے مدعا اور مقاصد کی پوری طرح ترجمانی نہیں کرتی تاہم مقصد سے بہت دور بھی نہیں۔ غدر جسکو بجا طور پر ہندوستان کی قیامت صغریٰ کہا جاسکتا ہے ایسا واقعہ نہیں جس سے اہل وطن کم و بیش واقف نہ ہوں۔ یہ وہ سانحہ عظیم ہے جس نے گورگانی بادشاہوں کے اقبال کو سرنگوں کیا۔ اور برطانیہ عظمیٰ کے جھنڈے اس ملک کے چپہ چپہ پر لہرانے لگے:-

حکومتوں کی تبدیلی سے فطرتاً ملک میں بدامنی پیدا ہو جاتی ہے اور فاتحین کے تسلط کے بعد ملک میں نئی حکومت اور نئے قوانین نافذ ہوتے ہیں جس سے یقینی طور پر باشندگان ملک کو زحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے:-

موجودہ کتاب میں صرف غدر کے اُن واقعات کا ذکر کیا گیا ہے جنکا تعلق مسز ہورٹسنڈٹ کی زندگی سے ہے واقعات جس طرح سے بتائے گئے ہیں وہ یقیناً رقت انگیز ہیں

اور فطرت کا بھی یہی تقاضہ ہے کہ انسان اپنی مصیبت کو اوروں کی مصیبت سے زیادہ محسوس کرتا ہے۔ ورنہ اس ملک کے فرزندوں نے بھی اس حادثہ کبریٰ میں ایسے مصائب برداشت کئے ہیں جن کو سنکر بڑے بڑے سخت دل رو پڑتے ہیں۔

اصل کتاب فرانسیسی زبان میں ڈاکٹر فیلکس ڈوٹیارڈ نے شائع کی۔ ترتیب کتاب کی صورت یہ ہوئی کہ مسز ہورلسٹڈٹ فرانس میں جاکر کچھ دن ڈاکٹر موصوف کے زیر علاج رہی دوران علاج میں اپنے طبی مشیر سے اپنی زندگی کے خونچکاں سرگذشت بھی بیان کرنیکا اتفاق ہوا۔ ڈاکٹر موصوف نے واقعات سے متاثر ہو کر ان کو ایک کتابی صورت میں شائع کر دیا۔ اس کے بعد عمادالسلطنت حسن بن علی وزیر تعلیم ایران نے فارسی میں اسکا ترجمہ کیا جو مسلسل مجلہ ایران میں شائع ہوتا رہا۔ کتاب کی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اسوقت تک متعدد امتحانات کے نصاب میں اس کو داخل رکھا گیا ہے۔

تاریخی نقطہ خیال سے کتاب کی صحت پر بہت کچھ بحث کیجا سکتی ہے طرز تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مصائب سے متاثر ہو کر واقعات بیان کئے گئے ہیں ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت قارئین کرام سلسلہ غدر کی آیندہ کتابوں سے خودبخود لگا سکیں گے اس کے علاوہ جہانتک اپنی حالت پر اظہار ملال کیا گیا ہے ایک حد تک ان کا تعلق بھی بعض بے اختیار اسباب سے ہے مسز ہورلسٹڈٹ بدقسمتی سے ایسی جگہ مقیم تھیں جہاں کسی صورت سے بھی تحفظ اور آسائش نصیب نہ ہو سکتی تھی خود کتاب سے ثابت ہوتا ہے کہ انگریزی فوج کے ایک دستہ نے ان کی عمارت کے سامنے باغیوں پر حملہ کیا۔ اصولاً باغی جماعت کو اس واقعہ سے مشتعل ہو جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ ان کو اپنا مکان چھوڑنا پڑا۔ ناگوار اسباب اسطرح پیدا ہو گئے تھے جن کی ذمہ داری نہ باغی جماعت پر ہے اور نہ حکمراں قوم کو اس سلسلہ میں ذمہ دار ٹھیرایا جاسکتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہ مئی ۱۸۵۷ء مطابق ۱۲۷۵ھ میں ہمارا مال و دولت پہلے سے بہت زیادہ ہوگیا تھا۔ سولہ برس سے میرے کوئی اولاد نہیں ہوئی تھی اور میں عطار عظمیٰ سے بالکل مایوس ہوگئی تھی۔ خدا نے مجھکو ایک لڑکا مرحمت فرمایا۔ میری لڑکی ایلن کی شادی عنقریب ہونے والی تھی گویا خداوند بزرگ و برتر میرے آنیوالے زمانے پر مہربانی کی نظر سے دیکھ رہا تھا۔ اور مجھے دنیا میں تنہا نہ چھوڑنا چاہتا تھا۔

میرا خاوند اس زمانہ میں انگلستان واپس جانے کی تیاری کر رہا تھا اور اپنے نیل کے کھیت کو بیچنا چاہتا تھا اس سلسلہ میں کلکتہ اور بمبئی کے دلالوں سے مسلسل خط و کتابت ہو رہی تھی لیکن کوئی امید افزا جواب نہ آتا تھا۔ اکثر خطوں میں اُن حادثات اور انقلابات کی طرف اشارہ پایا جاتا تھا۔ جو عموماً انگلستان اور خصوصاً ہندوستان میں ہو رہے تھے یا ہونیوالے تھے۔ ایک آخری خط میں ہندوستانی فوج کی بغاوت کا بھی ذکر تھا جو بنگال اور مختلف ہندوستان کے حصوں میں پیدا ہوگئی تھی۔ ہندوستانی فوج کی بغاوت کا سبب مذہبی تعصب تھا۔ منجملہ اور اسباب بغاوت کے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نئے کارتوس انکو جو اصول جدید کے مطابق ہندوستان بھیجے گئے تھے کچھ چربی سے

آلودہ کیا جاتا تھا۔ مسلمان اسکو سوٗر کی چربی اور ہندو گائے کی چربی سمجھکر اسکے استعمال سے متنفر ہو گئے۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں دونوں مذہب میں نفرت اور پرستش کا سبب ہیں۔ اور ہندوستانی فوج اسکے استعمال پر مجبور کی جاتی تھی۔ چنانچہ فوجیوں نے اپنے علماء اور برہمنوں سے اسکے متعلق مشورہ کیا۔ دونوں جماعتوں نے کارتوسوں کے استعمال کی ممانعت کر دی۔

ہندوستان کی مختلف المذاہب جماعتیں اس سلسلہ میں انگریزوں سے اسقدر بدگمان ہوئیں کہ بغاوت پر آمادہ ہوگئیں اور ان کو یقین ہو گیا کہ انگریزوں کا مدعا صرف ان کی مذہبی توہین ہے اور اسی غرض کے لئے اس قسم کے کارتوس ہندوستان بھیجے گئے ہیں۔

ایک خط میں ۱۹ نمبر پیادہ پلٹن رامپور کی بغاوت کا حال درج تھا بارک پور کے ٹیلی گراف آفس میں آگ لگا دی گئی تھی۔ اس کے بعد دہلی کے قرب وجوار میں انگریزوں کو قتل وغارت کیا جانے لگا۔

بعض ہندوستانی درویش یا برہمنوں کے لباس میں آبادیوں میں چکر لگاتے تھے اور ایک خاص قسم کا کیک جو نیلوفر کے پھول سے مشابہت رکھتا تھا باشندوں میں تقسیم کرتے تھے ہم ابھی تک اسکا مدعا نہ سمجھ سکے کہ ان کو کس غرض سے تقسیم کیا جاتا تھا۔ ہندوستانیوں میں اس کیک کو دیکھکر انگریزوں کے خلاف سخت ترین نفرت پھیل جاتی تھی۔ اکثر پریڈ کے وقت بھی افواج کے پاس یہ کیک یا نیلوفر کا پھول دیکھا جاتا تھا۔ اگرچہ سپاہی بظاہر خاموش تھے مگر ان کی حرکات وسکنات میں انگریزوں کے خلاف انتہا درجہ کی نفرت پائی جاتی تھی۔

مختصر یہ ہے۔ اس قسم کی وحشت ناک خبریں مسلسل آرہی تھیں
جنکی بنا پر ہمنے انگلستان جانے کی تیاریوں میں اور زیادہ اہتمام شروع
کر دیا۔ لیکن انگریزوں کی ظاہری طاقت پر نظر کرتے ہوئے اور
ہندوستانیوں کی بے انتہا کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے ہم کو ان واقعات
پر پوری طرح اعتبار نہ تھا اور خیال تھا کہ دلال اس قسم کے خطوط محض ہم کو
ڈرانے کیلئے بھیج رہے ہیں تاکہ ہم اپنی جائداد نصف قیمت پر بیچ کر انگلستان
چلے جائیں۔

میری لڑکی کا منگیتر ولیم ہڈ فوج میں ایک ممتاز عہدہ پر مامور
تھا۔ دلالوں کی مبالغہ نویسی میں وہ بھی میرا ہمخیال تھا۔ یہ نوجوان ہر روز
ہمارے طکیت پر ہم سے ملنے آتا تھا اور تسلیاں دیا کرتا تھا اور ہندوستانی
فوج کی بغاوت کے سلسلہ میں ایسے واقعات سنایا کرتا تھا کہ چار انگریز سپاہی
چار ہندوستانی پلٹنوں پر اس طرح حکومت کرتے ہوئے دیکھے گئے
ہیں جس طرح ایک گڈریا بھیڑوں کے ایک گلہ پر حکومت کرتا ہے۔ اس قسم
کی باتوں سے کچھ دیر کے لئے مجھے اطمینان ہو جاتا تھا مگر جس دن یہ
نوجوان ہمارے گھر نہ آتا تھا اس دن ہمارا خوف معمول سے زیادہ ہو جاتا تھا
اور خیالی واقعات اکثر ظاہری شکل اختیار کر لیتے تھے۔ رات کو وحشت ناک
خواب نظر آتے تھے اور میرے ضمیر کی آواز اس طرح بلند ہوتی تھی کہ ہم کو
بہت جلد ہندوستان چھوڑ دینا چاہیئے۔ کیونکہ انگریزی حکومت کا آفتاب
زوال پذیر نظر آرہا ہے اور بدبختی کی تاریکیاں ہمارے اوپر چھا رہی ہیں
کبھی وحشت سے متاثر ہو کر میں اپنے شوہر کو یہ مشورہ دیتی تھی کہ اپنی
ہندوستانی جائداد کو چھوڑ چھاڑ کر صرف نقد روپیہ پر اکتفا کریں اور

جسقدر جلد ہو سکے انگلستان چلے جائیں۔ میری اس وحشت پر میرا خاوند اظہار تعجب کے علاوہ کبھی کبھی میرا مذاق اڑایا کرتا تھا۔

حقیقتاً نیل کے کھیت سے ہم کو بے انتہا فائدہ تھا الہ آباد اور کلکتہ میں بھی کوئی اسقدر زرخیز کھیت نظر نہ آتا تھا۔ سالانہ پانچسو من کی کاشت ہوتی تھی۔ ہمارے مملوکہ علاقہ کی قیمت کا اندازہ کم و بیش آٹھ لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ میرے خاوند کا عقیدہ تھا کہ دو تین سال میں ہماری آمدنی دو لاکھ روپیہ تک پہنچ جائیگی اور کیونکہ ہم اپنی لڑکی کی شادی کرنے والے تھے جہیز میں کچھ نقد روپیہ بھی دینا ضروری تھا اس لئے خیال تھا کہ بیس ہزار پونڈ رخصت کے وقت اپنی لڑکی کو جہیز کے طور پر دیا جائے۔

میں نے اپنے خاوند کو بہت کچھ سمجھایا کہ ہمارے آس پاس کے رہنے والے تمام ہندوستانی ہیں۔ ہم سے بے انتہا عداوت رکھتے ہیں اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ رونما ہوا تو ہم کو لوٹ لینگے مگر میری دور اندیشی اور انجام بینی کا اثر میرے خاوند پر بالکل نہ ہوتا تھا۔ اگرچہ ہم اپنی ہندوستانی رعایا سے اچھا سلوک کرتے تھے۔ اور ہر مزدور کو تقریباً ایک روپیہ روز دیتے تھے لیکن پھر بھی انکی صورتوں سے دشمنی اور نفرت کے آثار نمایاں تھے۔

اس دوران میں کلکتہ کا ایک دلال بہت کافی روپیہ لیکر میرے خاوند کے پاس آیا اور ہماری جائداد خریدنی چاہی لیکن میرے خاوند نے بیس ہزار پونڈ کی امید میں اُسکو نہ بیچا۔ اور آج جبکہ میں انتہائی بدبختی میں گرفتار ہوں۔ نہ میرا خاوند ہے نہ اولاد نہ عزیز ہے نہ دستگیر۔ اب میں سمجھتی ہوں کہ میری ابتدائی پریشانی بے سبب نہ تھی اور خدائے تعالےٰ مصیبت سے

پہلے اُسکے خطرے سے مجھے مطلع کر رہا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ میرے خاوند نے میری درخواست پر عمل نہ کیا اور جو مصیبت مجھپر آنیوالی تھی وہ آکر رہی۔

ایک دن شام کے وقت ہم اپنے کھیت کے قریب جمنا کے کنارے پر چہل قدمی کر رہے تھے۔ میرا ولیم بھی ساتھ تھا۔ ہماری گفتگو اس وقت اس تجویز کے متعلق ہو رہی تھی جو ایک پادری ہندوستان میں جاری کرنی چاہتا تھا اس کا مدعا یہ تھا کہ ہندوستانیوں کو عیسائی مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے۔ دوران گفتگو میں ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں دریا کے سبب سے راستہ تنگ ہو گیا تھا۔ غرض راہ میں ایک فقیر لیٹا ہوا تھا جسکے سبب سے راستہ بند ہو گیا تھا۔ میرے سہ سالہ بچے نے جو کھیل کود میں مصروف تھا جب اُس فقیر کو وہاں لیٹا ہوا دیکھا تو ڈر گیا اور دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ ولیم ہڈ جو میری لڑکی کے ہمراہ کچھ آگے آگے جا رہا تھا جب اس نے میرے بچہ ولی کی وحشت اور خوف کو دیکھا تو فقیر کے پاس پہنچکر تحکمانہ انداز میں راستہ صاف کرنے کا حکم دیا۔ فقیر نے کوئی توجہ نہ کی۔ ولیم ہڈ کو یہ بات ناگوار گذری اور چند سپاہیوں کو جو اکثر اُسکے ساتھ رہتے تھے حکم دیا کہ اس فقیر کو اُٹھا کر دریا میں پھینک دو۔ سپاہی اپنے افسر کے حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے اور فقیر کو اُٹھا کر پھینکنا چاہا۔ میں نے اس کام سے اُنہیں روکا اور ایک روپیہ فقیر کو دینے کے لئے اپنے بچہ کو دیا۔ فقیر نے روپیہ لیلیا اور آہستہ سے دریا کی طرف ہٹ گیا جب ولیم اُسکے برابر سے گزرا تو فقیر نے آہستہ سے کہا عنقریب ہندوستان تم لوگوں سے پاک ہو جائیگا جب میرا خاوند اسکے قریب آیا تو پھر اس نے کہا کہ انشاءاللہ خدا پرستوں کی جماعت کافر اور مشرک لوگوں کی جماعت پر عنقریب فتحمند ہونیوالی ہے جب میں اور میرا

بچہ قریب آئے تو کہنے لگا " تو نے اپنا خونبہا دیریں پالئے غریب بچے تجھ آنیوالی مصیبت اس صدقہ سے دور نہیں ہو سکتی" فقیر کی اس بات کا مجھ پر بہت اثر ہوا گھر واپس آکر اس واقعہ کو مینے بیان کیا۔ ولیم جو نئی روشنی کا نوجوان تھا میرے خوف پر ہنسا اور ہندوستانی فقیروں کے مبالغہ آمیز واقعات سنائے۔ میں بھی اسکی بظاہر ہمنوا ہو گئی اور فقیر کی باتوں کو غلط سمجھنے لگی۔ مگر دل میں پہلے سے زیادہ خوف کا احساس ہونے لگا۔

میرے خاوند کو اسی زمانہ میں دہلی چھاونی کے ایک فوجی افسر نے شام کے کھانے پر مدعو کیا۔ آدھی رات گذر گئی اور وہ دعوت سے واپس نہ آیا۔ میری وحشت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ زیادہ تر اندیشہ مجھے ٹھگوں کی جماعت سے تھا۔ یہ ایک ایسا مخصوص فرقہ ہے جس کے عقیدے میں انسان کو ایک ریشمی رومال سے گلا گھونٹ کر مارنا عبادت میں داخل ہے۔ چار انگریز ملازم جو ہمارے گھر میں رہتے تھے۔ میں نے چاہا ان کو مسلح کر کے اپنے خاوند کی تلاش میں بھیجوں کہ اتنے میں میرا خاوند دس ہندوستانی سوار اور ایک انگریز افسر کے ہمراہ وارد ہوا۔ میں بیتابی سے اُس کے گلے لگ گئی اور دیر تک اس کی تاخیر کی شکایت کرتی رہی۔

وہ سوار جو میرے خاوند کے ہمراہ آئے تھے۔ تنگی وقت کے سبب دیر تک نہ ٹھہر سکے اور اس پریشانی میں میں ان کو کچھ انعام واکرام بھی نہ دے سکی۔ کچھ دیر کے بعد جب مجھے اس بات کا خیال آیا تو اپنے ملازم کو بلایا۔ معلوم ہوا کہ وہ لوگ چلے گئے اور اسقدر انتظار نہ کر سکے کہ اُن کو کچھ انعام دیا جاتا۔ رخصت کے وقت اُن سواروں نے اپنے افسر سے انگریزوں کی ناشکر گزاری کی شکایت کی۔ اور انتہائی رنج وغصہ کا اظہار کیا۔

اس قسم کی اندیشہ ناک خبریں ہر طرف سے ہمارے کانوں میں آرہی تھیں لیکن پھر بھی دھلی اور اُس کے قرب وجوار میں ہر قسم کا امن تھا۔ آگرہ اور اکبرآباد اور اس کے علاوہ بڑے بڑے شہروں میں اس قسم کی بغاوت کی خبر نہ سُنی جاتی تھی۔ لیکن ہندوستانی ملازموں کی صورت سے ناراضامندگی کی علامتیں اور بغاوت کے اثرات نمایاں تھے۔ یہ لوگ انگریزوں کے طرز حکومت اور غلبہ سے اسقدر تنگ آگئے تھے کہ اپنے خیالات کی پردہ داری نہ کرسکتے تھے۔

ہندوستانی سپاہی جب عصر کے بعد تفریح کے لئے شہر کے باہر نکلتے تھے تو آس پاس کے انگریزوں کے مکانات اور کھیتوں کے رستوں کی تحقیق اور تجسس کیا کرتے تھے۔ اس دوران میں بغاوت کی اطلاعیں آنی شروع ہوئیں۔ اودھ میں ٹھگوں کی جماعت اپنی کمینگاہوں سے باہر نکل آئی۔ اور انگریزوں کو بغیر کسی پس وپیش کے قتل کرنا شروع کردیا۔ اور انکی ایک جماعت جو کالی دیبی کی پوجا کرتی تھی انگریزوں کے بچوں کو چراکر مختلف تکالیف سے قتل کرنے لگی تھی اسکے علاوہ اس قسم کی خبریں آنے لگیں کہ ہندو مسلمان اپنے معابد میں قدیم گورگانی بادشاہ ہونکے استقرار سلطنت کی دعائیں مانگ رہے ہیں عموماً ہندوستانیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ انگریز سو برس سے زیادہ اس ملک پر حکومت نہ کرسکیں گے کیونکہ انگریزی استقلال حکومت کی ابتداء سترہ سو ستاون سے شروع ہوئی تھی۔ اسلئے اٹھارہ سو ستاون میں ان کی حکومت کو زوال آجانا چاہیئے تھا باوجود اس قسم کی اطلاعات کے دہلی میں ابھی تک امن وامان تھا۔ اپریل کا مہینہ خوشی اور مسرت سے گزر گیا ہم اپنی بیٹی کی شادی کے انتظام میں لگے ہوئے تھے شادی کی تاریخ گیارہ مئی مقرر ہوئی۔ تمام مہمان ہمارے گھر جمع ہوئے مگر افسوس ہے یہ

جشن شادی ہماری امیدوں کے خلاف نا تمام رہا۔

مہمانوں سے ہمارا مکان بھرا ہوا تھا۔ دسترخوان پر ہر قسم کی کھانے پینے کی چیزیں قرینہ سے لگی ہوئی تھیں۔ ابھی ہم کھانے میں مصروف نہ ہوئے تھے کہ میرے داماد کا ایک ماتحت سپاہی آزادی سے مہمانوں میں داخل ہوا اور دیر تک ولیم سے سرگوشی کرتا رہا۔ اگرچہ یہ گفتگو ہم لوگوں سے بالکل مخفی تھی۔ مگر وہ جسارت جس کا اس سپاہی کی حرکات سے اظہار ہو رہا تھا۔ ہماری وحشت اور پریشانی کا سبب ہوا۔ بغیر اطلاع کے کمرے میں آجانا۔ شکل کی پریشانی اور اپنے افسر کے سامنے اس قسم کی گستاخی یقیناً کسی غیر معمولی واقعہ پر محمول کیجا سکتی تھی۔ ان واقعات کو دیکھکر ہم لوگوں کی بھوک اڑ گئی اور ہم سب نے ولیم اور اس ہندوستانی سپاہی کو گھیر لیا۔ ولیم نے ہماری طرف کوئی توجہ نہ کی اور اس سپاہی کو رخصت کرتے ہوئے بلند آواز سے کہا کہ میرے ماتحت سپاہیوں کو مصلح ہونیکا حکم دیدو۔

سپاہی کے چلے جانیکے بعد ہم نے ولیم سے اس واقعہ کے اظہار کی درخواست کی۔ لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا جب ہمارا اصرار حد سے زیادہ بڑھ گیا تو اس نے کہا کہ جنرل کرو نے مجھکو فوراً حاضر ہونے کا حکم دیا ہے۔ لیکن ولیم کی ظاہری پریشانی پر نظر کرتے ہوئے یہ بات صاف ظاہر تھی کہ وہ حقیقت کے خلاف اطلاع دے رہا ہے۔ میری لڑکی نے بہت منت سماجت کی مگر وہ خاموش رہا۔ اس دوران میں ایک سپاہی نے اطلاع دی کہ گھوڑا تیار ہے۔ ولیم بغیر خدا حافظ کہے ہوئے کمرے سے باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن ولیم کی

یہ تعجیل بظاہر ایک بہانہ تھا وہ عورتوں کی ضد اور وحشت سے اپنی جان چھڑا کر صرف میرے خاوند سے گفتگو کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دور چلکر پھر واپس آیا اور باغ کے پاس گھوڑا باندھکر پوشیدہ طور سے مکان کے قریب آیا اور ملازم کو اشارہ کیا کہ پوشیدہ طور سے میرے خاوند کو بلا لائے

ولیم کے چلے جانیکے بعد اگرچہ ہماری پریشانی کی کوئی انتہا نہ رہی تھی پھر بھی بادل ناخواستہ دسترخوان پر ہم لوگ بیٹھے کہ اس دوران میں ہمارا ملازم کمرے میں داخل ہوا اور میرے خاوند سے کچھ سرگوشی کی۔ جو بلا تامل گھر سے باہر چلا گیا اور ہم کھانے میں مشغول ہو گئے۔ مہمانوں میں ایک فوجی لفٹنٹ بھی تھا۔ وہ ولیم کے چلے جانیکو کچھ اہمیت نہ دیتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ ولیم جرنل کرو کی اجازت کے بغیر چھاونی سے چلا آیا ہے۔ جرنل نے تنبیہہ کے طور پر اسکو بلا کر گوشمالی کرنی چاہی ہے۔ اس قسم کی تفریحی باتیں ہماری وحشت کا علاج نہ تھیں اور ہماری پریشانی اور وحشت کا سلسلہ بدستور قائم تھا۔ آدھ گھنٹہ تک میرا خاوند واپس نہ آیا۔ میں نے کئی مرتبہ باہر جاکر اس کا حال معلوم کرنے کا ارادہ کیا مگر مہمانوں کے سامنے اس قسم کی حرکت بے ادبی میں داخل تھی۔ اسلئے میں اپنی جگہ پر بیٹھی رہی ایک گھنٹہ کے بعد میرا خاوند نہایت پریشانی اور اضطراب کے عالم میں اندر آیا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور مجھ سے مہمانوں کو دوسرے کمرے میں لیجانے کا اشارہ کیا۔ میں پریشانی میں کچھ سمجھ نہ سکی اور خاموش اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ محفل میں ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا۔ ہر ایک آدمی ٹکٹکی باندھے ہوئے میرے خاوند کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے ہندوستانی نوکروں کو باہر چلے جانے کا حکم دیا اور پھر عورتوں کی طرف

مخاطب ہوکر اُن سے باہر چلے جانے کی درخواست کی۔اس قسم کی درخواست پر ہماری وحشت میں اور بھی اضافہ ہوگیا۔اور کوئی عورت بھی اپنی جگہ سے نہ ہلی۔اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے میرے خاوند نے اس طرح کہنا شروع کیا "میں بعض مخصوص باتیں اسوقت اپنے مہمانوں کی خدمت میں عرض کرنے والا تھا اور چاہتا تھا کہ عورتیں اس مشورہ میں ہماری شریک نہ ہوں۔لیکن مجبوراً تمہارے سامنے ایک ایسی وحشتناک خبر کا اظہار کرنا پڑتا ہے جسکے لئے میں بالکل تیار نہ تھا۔واقعہ یہ ہے کہ میرٹھ چھاؤنی کی تمام ہندوستانی فوج باغی ہوگئی ہے جس نے اپنے تمام انگریزی افسر اور انگریزی باشندوں کو قتل کرڈالا ہے اور اب دہلی کی طرف آرہی ہے۔جنرل کروا اپنی فوج کو لیکر اُن کے مقابلہ کے لئے دہلی سے نکلنے والا ہے۔ولیم کو اسی لئے بلایا گیا ہے۔یہ تمام باتیں ولیم نے مجھ سے زبانی بیان کی ہیں۔اپنی نرم مزاجی اور نیک دلی کی بنا پر اس قسم کی وحشتناک خبر اس نے اپنی زبان سے عورتوں کے سامنے بیان کرنی پسند نہ کی۔اور خصوصاً وہ ایلن کو پریشان نہ کرنا چاہتا تھا"

ان واقعات کو سنکر شدت خوف سے ہمارے جسم لرزنے لگے۔دماغ معطل ہوگئے۔کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو سب لوگ میرے خاوند کے چاروں طرف آکر کھڑے ہوگئے اور مختلف قسم کے سوالات کرنے شروع کردیئے۔دو عورتیں جن کے خاوند میرٹھ میں فوجی افسر تھے اس خبر کو سنکر چیخنے چلانے لگیں اور آخرکار بیہوش ہوکر گر پڑیں۔میری لڑکی ایک گوشہ میں خاموش بیٹھی ہوئی اور بڑی عاجزی سے خدا سے دعائیں مانگ رہی تھی۔میں نے اسے جاکر تسلی دینی چاہی مگر اس کی دو سہیلیاں میرے دامن سے

چمٹ کر رونے لگیں غرض یہ جشن شادی ایک عجب قسم کا وحشتکدہ بنگیا۔

ہمارے مہمان جو اپنے متعلقین کے ساتھ اس شادی میں شرکت کیلئے آئے تھے بے انتہا پریشان تھے۔ بجائے اسکے کہ مرد مجتمع ہو کر عورتوں کے تحفظ کی تجاویز پر غور کرتے وہ اپنی ہی پریشانیوں میں گرفتار تھے۔ اور ہمارا گھر قیامت کا نمونہ بنا ہوا تھا جہاں کسی کو اپنے عزیز کی حفاظت کا بھی خیال نہ آتا تھا۔

بدقسمتی سے ہمارا مکان میرٹھ اور دہلی کے رستہ پر جمنا کے پل کے قریب واقع تھا۔ میرٹھ سے آنیوالی باغی جماعت کا گذر ہمارے گھر کے قریب سے ہونیوالا تھا۔ ہمارے مجمع میں صرف پادری صاحب کی ایک ایسی شخصیت تھی جپر کسی قسم کے اضطراب کا اثر نہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعائیں مانگ کر عورتوں کو دوسرے کمرے میں چلے جانے پر مجبور کیا گیا اور مرد جمع ہو کر اپنی حفاظت کی تجاویز پر غور کرنے لگے۔

سب سے پہلے کمرے سے باہر میں نکلی۔ مکان کے صحن میں ہمارے ہندوستانی ملازم اور زراعت پیشہ لوگوں کا کافی ہجوم ہو گیا تھا ان واقعات کی ان لوگوں کو پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی۔ مجھے دیکھکر اُنہوں نے نمک حلالی پر وفاداری کا اظہار کرنا شروع کیا اور یقین دلایا کہ وہ ہمارے مخالفوں کا ہر امکانی صورت سے مقابلہ کرینگے۔

میں نے اپنے بچہ کو اس کی دایہ سے لیکر اپنے گلے سے لگا لیا دیر تک پیار کرتی رہی اور ہمارے ملازموں پر اس حال کو دیکھکر ایک خاص اثر ہوا اُنہوں نے وفاداری کا ہم کو دوسری مرتبہ پھر یقین دلانا چاہا۔

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے تمام ملازم اور آس پاس کے تمام ہندوستانی

میرے بچہ سے سچی محبت رکھتے تھے کیونکہ ہر قسم کی خیرات اسی کی معرفت دی جاتی تھی۔ غریبوں کی پرستاری۔ فقیروں کی امداد۔ ہندوستانی یتیم بچوں کی دیکھ بھال۔ بیمار اور کمزوروں کو دوا دارو اور ننگوں کو لباس غرض کہ خیرات اور امداد کے تمام کاموں میں میرا بچہ سب سے آگے رہتا تھا۔ سخاوت میں تمام دہلی کے فقیر اسکے نام سے واقف تھے۔ ہندوستانیوں کو میرے بچہ کے ساتھ ہمدردی کا خیال کچھ میرے دل کی تسلی کا باعث تھا اور دل میں یہ خیال آتا تھا کہ اگرچہ ہندوستانی فوج انگریزوں کی بغاوت پر آمادہ ہوگئی ہے۔ لیکن غریب رعایا انگریزی حکومت کے ساتھ ہے اس لئے ایسٹ انڈیا کمپنی انگریزی فوج اور ہندوستانی رعایا کی مدد سے بغاوت پر عنقریب قابو پالیگی اور ہندوستان میں امن و امان قائم ہوجائیگا۔ لیکن اس قسم کے دل خوشکن خیال تھوڑی دیر سے زیادہ قائم نہ رہتے تھے اور زیادہ تر میری مایوسی کا سبب یہ تھا کہ اس بھیڑ میں سوائے ہمارے نوکر اور زراعت پیشہ ملازموں کے اور کوئی دوسرا آدمی شریک نہ تھا ہندوستانی رعایا جنکو ایسے نازک وقت میں ہماری امداد کرنی چاہیئے تھی مجھکو نظر نہ آتے تھے۔ اس بنا پر مجھے یقین ہوگیا تھا کہ ہندوستان کی زمین کا ہر ایک فرزند درپردہ باغیوں کا شریک ہے۔ اور وہ انگریزی حکمرانوں سے اپنی غلامی کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اگرچہ حکومت اپنی رعایا سے ہر قسم کی مہربانی اور سلوک کا اظہار کرتی تھی مگر اختلاف مذہب کی بنا پر کبھی ہندوستانی ان کی نوازشوں کے شکرگذار نہیں ہوتے تھے اکثر انگریزی پولیس ایسے لوگوں کو سخت ترین سزا دیا کرتی تھی جو اپنی دشمنی اور نفرت کی پردہ داری نہ کرسکتے تھے۔ اور کھلم کھلا خدا و ندان ملک اور ارباب حکومت کے ساتھ

بے اعتدالی سے پیش آتے تھے۔

اگر بغاوت کی ابتدا کا دار و مدار۔ اس منظم طریقے پر تھا تو یقیناً ہم کو ہر طرح کی مصیبت کیلئے تیار ہو جانا چاہیئے تھا۔ ابھی اس قسم کے خیالات میرے دماغ میں چکر لگا ہی رہے تھے کہ میرا خاوند معہ مہمانوں کے کمرے سے باہر نکلا۔ ہمارے ہندوستانی ملازموں نے انگریز زندہ باد کے نعرے لگائے اور ہر قسم کی امداد اور وفاداری کا یقین دلایا۔ ہندوستان کے مسلسل امن و امان کے باوجود ہم لوگ اپنی حفاظت کیلئے اپنے گھروں میں ہتھیاروں کا کافی ذخیرہ محفوظ رکھتے تھے۔ کیونکہ علاوہ اور خطرات کے آس پاس کے جنگل وحشی جانوروں سے بھرے ہوئے تھے۔ اور عموماً یہ درندے اپنے بنوں سے نکلکر اکثر جانوروں کو ضائع کر دیتے تھے۔ چنانچہ ہمارے بعض ملازم بھی ان درندوں کے شکار ہو چکے تھے۔

جب باغیوں کے حملہ کی اطلاع آئی ہم نے اپنے میگزین سے پچاس بندوقیں نکالیں اور وفادار ہندوستانی اور اپنے مہمانوں میں تقسیم کر دیں۔ اس کے علاوہ وہ لوگ بھی حسب معمول پستولوں سے مسلح تھے۔ کارتوس حاضرین میں تقسیم کر دیئے گئے۔ ولیم کو گئے ہوئے ابھی ایک گھنٹہ نہ گذرا تھا کہ ہم نے اپنے جان اور مال کی حفاظت اور مدافعت کا پورا سامان کر لیا۔ عورتیں ایک بالا خانہ پر جاکر پناہ گزین ہو گئیں۔

میں اس مایوسی اور خوف و ہراس کے عالم کو کبھی فراموش نہیں کر سکتی جو اس وقت عورتوں پر طاری تھا۔ ایک دوسرے کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی اور خیال تھا کہ گویا یہ آخری دیدار ہے۔ ہماری حالت اسوقت بالکل قربانی کی بھیڑوں کی طرح تھی۔ ہم اپنے قصابوں کے منتظر تھے اور موت

ہماری آنکھوں کے سامنے کھیل رہی تھی۔ علاوہ اس مصیبت کے گرمی نہایت سخت پڑ رہی تھی۔ آفتاب اپنی پوری طاقت سے چمک رہا تھا۔ جس نے اس بالاخانہ کی ہوا کو اور بھی خراب کر دیا تھا۔ چنانچہ بعض عورتیں ان وحشتناک حالات کو دیکھکر قریب المرگ ہو گئی تھیں۔

حقیقتاً ہماری حالت اس وقت نہایت افسوس ناک تھی کچھ عورتیں ایک طرف سر بزانو بیٹھی ہوئی تھیں اور آنے والی مصیبتوں کے خیال میں آنسوؤں کا سیلاب جاری کر رکھا تھا۔

کچھ عورتیں بیرونی آواز پر کان لگائے بیٹھی تھیں۔ اگرچہ بظاہر کسی قسم کی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ مگر وہم و وحشت کے غلبہ سے ہوش و حواس کا سلسلہ بالکل منقطع ہو چکا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باغی ہمارے گھر میں گھس آئے ہیں اور ہمارے مردوں سے دست و گریبان ہیں۔ تاہم میں اور دو تین اور عورتیں باوجود خوف و ہراس کے خودداری سے کام لیکر دوسروں کو تسلی و تشفی دے رہی تھیں۔ اس بالاخانہ سے دور تک قرب و جوار کے مناظر نظر آرہے تھے۔ مشرق کی طرف سرسبز درختوں کے سائے میں میرٹھ کی سڑک نظر آرہی تھی مغرب کی طرف جمنا کے پل کا کچھ حصہ نمودار تھا۔ قلعہ سلیم غوری کے برج پر انگریزی جھنڈا لہلہا رہا تھا۔ گورگانی بادشاہوں کے محلات۔ شہر کی مساجد کے منارے نمایاں تھے۔ اور ہم کھڑکی سے ان تمام دلچسپ مناظر کو دیکھکر اپنا دل بہلا رہے تھے۔ دو گھنٹے بغیر کسی حادثہ کے گذر گئے۔ کسی قسم کی بے اعتدالی عمل میں نہ آئی کبھی کبھی ڈاک کے ہرکارے دہلی سے میرٹھ یا میرٹھ سے دہلی کی طرف آجاتے تھے۔ کچھ اطمینان ہونے لگا اور خیال ہوا کہ باغیوں کو شکست ہوئی۔ بعض دہلی والوں کا خیال تھا کہ باغی جنرل گروکی عقلمندی اور بہادری کا مقابلہ نہیں کر سکتے اچانک

جمنا کی طرف سے بگل کی آوازیں آنی شروع ہوئیں اگرچہ ہوا مخالف تھی مگر آواز بتدریج ہم سے قریب ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ فوجی بینڈ کی آوازیں بھی آنے لگیں تھوڑی دیر کے بعد جرنل کروکی ماتحت فوج ہمارے پائین باغ کے برابر سے گذری۔ عورتیں اس فوج کو دیکھکر بالاخانہ سے نیچے اتر آئیں اور سپاہیوں کو دعائے خیر دیکر رخصت کیا اور ہم کو اپنی قوم کی فتحمندی اور کامیابی کا پورا یقین ہوگیا۔

ہمارے مسلح ملازم جو دن کے وقت ادہر اُدھر منتشر ہو گئے تھے شام کے وقت دوبارہ جمع ہوگئے اور ہم اطمینان سے اپنے باغ میں بیٹھے ہوئے فتح کی خوشخبری کا انتظار کرنے لگے کہ اچانک گرد و غبار کا ایک طوفان بلند ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ انگریزی فوج سوار و پیادہ معہ توپخانہ بھاگی چلی آرہی ہے اور باغیوں کی جماعت دریا کی موجوں کی طرح اُن کے تعاقب میں اُمڈی چلی آرہی ہے انگریزی سپاہی کبھی کبھی توپ کا حملہ ان پر کرتے تھے جس سے باغی کچھ دیر کے لئے منتشر ہوجاتے تھے۔

بدقسمتی سے جرنل کروکی ماتحت فوج تمام ہندوستانی تھی۔ جو ابتدائی جنگ کے بعد اپنے انگریز افسروں کو چھوڑکر باغیوں کے ساتھ مل گئی۔ اس طرح انگریزوں کو سخت شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے گھر کے سامنے بدقسمتی سے ایک ٹیلا واقعہ تھا جرنل کرو نے کچھ دیر یہاں توقف کیا اور اس ٹیلہ پر ایک مورچہ قائم کرکے کچھ دیر مخالفوں کا مقابلہ کیا۔ یہ جوانمردی کا اظہار ہماری زحمت اور بدبختی کا سبب ہوا چنانچہ زخمی سپاہیوں نے جب راستہ کو بند پایا تو سیدھے ہاتھ کی طرف پناہ لینے کے لئے بھاگے۔ بظاہر گولہ باری کا باغیوں پر کچھ اثر نہ ہوا

اور ہمارے باغ میں ایک قیامت صغریٰ قائم ہو گئی۔ کہیں مجروح پڑے ہوئے تھے اور کہیں لاشیں۔ بچوں کی چیخ و پکار عورتوں کی گریہ وزاری توپ اور بندوقوں کی آوازوں باغیوں کے نعروں نے ہم کو دیوانہ بنا دیا۔ اور ہم یہ نہ سمجھ سکتے تھے کہ اسوقت ہم کو کیا کرنا چاہیئے۔ ہاں کبھی کبھی خیال آتا تھا۔ کہ جوانمردی سے لڑکر مر جانا اپنی عزت و آبرو کی خاطر جان دیدینا مناسب ہے۔

ولیم ہڈ کو دہلی میگزین پر مقرر کر دیا گیا تھا۔ اس سبب سے ایسے خطرناک موقع پر ہماری امداد کیلئے نہ آسکا۔ ہمارے انگریز مہمان اپنے تحفظ اور مدافعت کے لئے ہر طرح تیار تھے۔ اس دوران میں ایک ہندوستانی بدحواسی کے عالم میں ہمارے گھر میں داخل ہوا اور میرے خاوند کو ولیم ہڈ کا ایک خط دیا۔ جسکا مضمون حسب ذیل تھا "ڈیر جرنل کرو جب تک باغیوں کا راستہ رکے ہوئے ہے تم اس موقع کو غنیمت سمجھو اور پل کو عبور کرکے شہر میں آجاؤ اور مجھکو جائے قیام سے مطلع کرو۔ میں فی الحال میگزین کو چھوڑ کر تمہاری مدد کو نہیں آسکتا۔ دل مضبوط رکھو خدا نے چاہا تو خوشی کا زمانہ عنقریب آنیوالا ہے"

اس خط کو دیکھکر کچھ تسلی ہوئی اور ہم نے فرار کی تیاریاں شروع کر دیں پادری صاحب نے اس موقع پر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور ہماری حفاظت کے لئے خداوند بزرگ و برتر سے دعا کی۔ صرف میرا خاوند بھاگنے پر تیار نہ ہوتا تھا اسکا خیال تھا کہ باغی جب قلعہ کے قریب پہنچکر انگریزوں کی جنگی طاقت کا اندازہ لگائینگے تو یقیناً منتشر ہو جائینگے۔ اس امید پر اپنے پچاس مسلح نوکروں کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ اگر باغیوں کی مجموعی جماعت ہمارے گھر یا باغ کی طرف رخ کرے تو ان کے ساتھ بھلائی سے پیش آئیں۔ اگرچہ اس قسم کے خیالات میرے خاوند کی دور اندیشی کی بنا پر تھے مگر یہ اسوقت

فائدہ مند ہو سکتے تھے جب جنرل کرو ہمارے گھر کے سامنے صف آرائی نہ کرتا
باغیوں نے جب انگریزی فوج کو ہمارے گھر کے سامنے آگ برساتے ہوئے
دیکھا تو ٹڈی دل کی طرح ہماری عمارت کو ہر طرف سے گھیر لیا اور ہم لوگوں سے
انتقام لینے پر تل گئے۔ اب ہم نے فرار کو ہر صورت سے بہتر سمجھا میرا خاوند بھی
میری منت سماجت کے بعد بھاگنے پر تیار ہو گیا۔ کچھ نقد روپیہ اور جواہرات
ہم نے اپنی جیبوں میں چھپا لیا اور مکان سے باہر نکل آئے۔ سائیں نے
تین گھوڑے حاضر کئے۔ چنانچہ مہمان اپنی اپنی سواریوں پر ہم سے آگے آگے
تھے اور ہم اُن کے پیچھے پیچھے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔ تمام ہندوستانیوں
میں صرف ایک آیا اور ایک مسلمان مہاوت نے ہمارے ساتھ وفاداری
کا ثبوت دیا۔ مہاوت کچھ سامان خورونوش اور کچھ ضروری اشیاء ہاتھی
پر رکھے ہوئے ہمارے پیچھے آرہا تھا۔

ایلن اور اسکا باپ گھوڑے پر آگے آگے جا رہے تھے۔ میں اپنے بچے
کو لئے ہوئے پیچھے پیچھے تھی۔ جب ہم پل کے قریب پہنچے اور پلٹ کر دیکھا تو
ہمارے گھر اور باغ میں باغیوں نے آگ لگا دی تھی۔ اس وحشتناک منظر کو
دیکھکر میں چیخنے لگی۔ میرے خاوند اور لڑکی نے میری آواز سنکر میری طرف
دیکھا۔ وہ گھر جو برسوں تک ہماری عشرت خوش قسمتی اور شادمانی کا مسکن
رہا۔ جہاں ہماری دولت کے انبار دفن تھے آگ کے شعلوں سے بھڑکا
ہوا تھا۔ اس منظر کو دیکھکر ایک عجیب حال ہم پر طاری ہو گیا۔ پل پر بہت بھیڑ
تھی۔ شہر کے لوگ غیر معمولی تعداد میں شہر سے نکلکر واقعات کی تحقیق کے
لئے پل پر جمع تھے۔ جنرل کرو کی فوج کے کچھ شکست خوردہ سپاہی پل پر
پہنچے اور یہ کہا کہ انگریزوں کو شکست ہوئی اور وہ بھاگے ہوئے دہلی کی طرف

آرہے ہیں۔ شہر کے لوگ جو در پردہ انگریزوں سے دشمنی رکھتے تھے اس خبر کو سنکر بہت خوش ہوئے وہ زبان اور ہاتھوں سے اپنی نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ عموماً ہندوستانی اور خصوصاً دہلی کے باشندے صلح کے زمانہ میں نہایت نرم دل خوشخو مودب نظر آتے تھے۔ جب کبھی کوئی انگریز راہ میں ان سے دوچار ہوتا تھا نہایت ادب سے سلام کرتے تھے اور رستہ چھوڑکر ایک طرف کھڑے ہو جاتے تھے۔ لیکن آج جنگ کا دن تھا ہمارے اقبال کا جھنڈا جھک گیا تھا اس لئے ہر ایک آدمی نے انتقام کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا وہ سر جو انگریزوں کے حضور میں ہمیشہ خمیدہ رہے تھے آج بلند نظر آرہے تھے۔ ہر کمین آدمی ہماری توہین میں دلیری سے کام لے رہا تھا جس سے یہ ثابت ہوتا تھا کہ ہندوستان کی سلطنت کے وہ جائز حقدار ہیں اور ہم نے ان کے ملک و مال کو ناجائز طریقے سے غصب کر رکھا ہے اور مادر وطن کی نعمتوں سے اُسکے فرزندوں کو محروم کر دیا ہے۔ ہندوستانیوں کے غضب ناک انداز کو دیکھکر میں کانپ رہی تھی۔ معاذ اللہ اگر اس وقت کوئی گستاخی ہماری طرف سے سرزد ہوتی یا کسی قسم کی غفلت اور بے پروائی کا ہم ارتکاب کرتے تو یقیناً ہمارا خون بہا دیا جاتا۔ کاش ایسا ہی ہوتا ہم سے کچھ ایسی خطا سرزد ہوتی کہ وہ ہم سب کو دریا میں اُٹھا کر پھینک دیتے اور جو مصیبت ہم پر آئندہ آنیوالی تھی وہ نہ آتی۔

مختصر یہ کہ ہم پل سے گزر کر کلکتہ دروازہ پہنچے۔ بھیڑ کے سبب سے اندر جانا مشکل نظر آتا تھا۔ ہمارے مہمان جو ہم سے بہت پہلے فرار ہوئے تھے دروازہ پر منتظر کھڑے تھے اور بھیڑ کے سبب سے اندر نہ جا سکتے تھے۔ بعض عورتوں نے جو دروازے پر رُکی کھڑی تھیں ہمیں اشارہ سے کہا کہ گھوڑوں سے نیچے اُتر آؤ ہمیں نے

سبب پوچھا تو جواب ملا کہ ہندوستانی برسوں سے انگریزوں کی دشمنی اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے اور اظہار کا موقع انہیں نہ ملتا تھا۔ آج ہندوستانی ہماری قوم پر غالب نظر آرہے ہیں۔ اور ان کو اپنی عداوت کے اظہار کا کافی موقع ہے اس لئے جہانتک ممکن ہو اپنے آپ کو پوشیدہ رکھنا اور باغیوں کی نگاہ سے بچانا زیادہ مناسب ہے۔

اس دوران میں اُس محلہ کی طرف سے جہاں گورنر جنرل کا بنگلہ تھا شور و فریاد کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ معلوم ہوا کہ باغیوں کی ایک جماعت دارالحکومت پر حملہ آور ہوئی ہے۔ فضا میں ایک عجب ہنگامہ پیدا ہو گیا جس سے ہمارے دل کانپنے لگے کوئی زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ کچھ دیر کے بعد ایک معزز انگریز کو جو ہمارے سامنے گھوڑے پر بیٹھا ہوا تھا ہندوستانیوں نے گھوڑے سے کھینچ لیا اور شہر کی خندق میں جو نجاست سے بھری ہوئی تھی پھینک دیا۔ ہم گھوڑوں سے اُتر آئے۔ خوش قسمتی سے شام ہو رہی تھی۔ روشنی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی تھی۔ ہاتھی ہمارے آگے آگے تھا اور ہم مجہولوں کی طرح اُسکے پیچھے پیچھے چلے جا رہے تھے۔ کیونکہ مہاوت ایک سبز پگڑی باندھے ہوئے تھا اس بنا پر کوئی شہر کا آدمی اس سے معترض نہ ہوتا تھا۔ ہم نے مہاوت سے کہدیا تھا کہ ایک انگریز سوداگر کے گھر کی طرف ہمکو لے چلے۔ جہاں ہم کو امن ملنے کی امید تھی۔ اس لئے ہم پیچھے پیچھے اور وہ آگے آگے چل رہا تھا۔ ہماری انتہائی کوشش صرف اسقدر تھی کہ مہاوت اور ہمارے تعلقات کو ہندوستانی معلوم نہ کر سکیں۔ چند مرتبہ میں نے ارادہ کیا کہ میں اپنے بچے ڈیل کو اُسکے جولے کر دوں مگر وہ میری گردن میں ہاتھ ڈالکر چمٹ گیا۔ میں نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ اس سلسلہ محبت کو اپنی گردن سے دور کر دوں۔

لمحہ بہ لمحہ غدر اور بغاوت کا معاملہ زور پکڑتا جا رہا تھا۔ اچانک بہت سی مشعلیں ایک طرف روشن نظر آئیں جس نے رات کو دن کی طرح نورانی کر دیا ہندوستانیوں کی پگڑیاں اس روشنی میں نظر آ رہی تھیں۔ یہ سب لوگ انگریزوں پر لعنت بھیج رہے تھے۔ اور باغیوں کو انتقام کی ترغیب دے رہے تھے۔ جب ہم قلعہ سلیم غوری کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ گولانداز شتابہ لیئے ہوئے حکم کا انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے بھی وطن پرستی کا ثبوت دیتے ہوئے باغیوں کا ساتھ دیا۔ اور انگریزوں کی مخالفت میں کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھا۔ شتابوں کو خندق میں پھینک دیا تمام جنگی ساز و سامان لیکر باغیوں سے جا ملے۔ جب قلعہ کی فوج نے باغیوں کی اس طرح ہمت افزائی کی تو ان کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے۔

ابھی تک ہم شہر کے بیرونی محلوں میں پھر رہے تھے اور شہر میں داخل ہونا ہمارے لیئے سخت ضروری تھا۔ کیونکہ دہلی کو اسوقت انگریزوں کی جنگی طاقت کا مرکز سمجھنا چاہیئے تھا۔ مختصر یہ کہ ہم شہر کے دروازے کے قریب پہنچ گئے اور ہماری کامیابی میں چند قدم کا ہی فاصلہ رہ گیا تھا کہ شہر کے اندر سے بہت سے آدمیوں کا ہجوم ہمیں دھکیلتا ہوا دروازے سے بہت دور تک لیگیا۔ اس دوران میں شہر کے اندرونی اور بیرونی حصہ میں ایک عجیب و غریب ہنگامہ پیدا ہو گیا۔ باہر سے توپوں کی آوازیں اور اندر سے بندوقوں کی صدائیں بلند ہوئیں۔ آدمیوں میں بھی ایک غیر معمولی بدحواسی پھیل گئی۔ خوش قسمتی سے ہم شہر کے اندر جانیوالی جماعت کے شریک ہو گئے اور تنکے کی طرح جو دریا کی موجوں میں گرفتار ہو ان کی جنبش کے ساتھ میرٹھ تک پہنچ گئے۔ بعد کو معلوم ہوا کہ یہ جماعت جنرل کرنل کی شکست خوردہ

سپاہ پر مشتمل تھی۔ جب جرنل کرو شہر میں آگیا تو شہر کے دروازوں کو بند کرنے کا حکم دیا گیا۔ مگر ابھی اس حکم پر عمل درآمد نہ ہوا تھا کہ باغی پل سے گذر کر شہر میں گھس آئے۔ دارالخلافہ دہلی جو انگریزوں کی جنگی طاقت کا مرکز تھا اُن کے قبضے میں آگیا۔ اور ہمارا قتل عام یقینی اور محقق الوقوع نظر آنے لگا میں ہندوستان کی بغاوت کی تفصیل اور غدر کے واقعات مفصل لکھنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ میرا مقصود اصلی اپنے واقعات کا بیان کرنا ہے اور ان حادثات پر روشنی ڈالنی ہے جو میرے اور میرے متعلقین کی بربادی کا باعث بنے۔

میں نسلاً انگریز نہیں ہوں۔ میری پیدائش فرانس میں ہوئی لیکن ایک انگریز شوہر اور چند بچوں کے سبب سے میں اپنے آپ کو انگریز سمجھتی ہوں۔ اگر انگریزوں کی کامیابی کے جھنڈے تمام ہندوستان میں جھک جاتے دنیا میں انگریزوں کی نسل کا نام نہ رہتا۔ ان کی طاقت اور دولت کمزوری فقیری سے بدلجاتی تو مجھے اس کی کچھ پروا نہ تھی۔ صرف میرا خاوند اور میرے بچے اس بدبختی سے بچ جاتے اور میں اس حالت کو نہ دیکھتی جو آج مجھ پر گزر رہی ہے۔ جب دنیا کی عورتیں میری افسوسناک حالت اور سرگذشت سے واقف ہونگی تو وہ یقیناً میری موجودہ زندگی سے موت کو ہر طرح ترجیح دینگی اور اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑیگا کہ ایک عورت کے نزدیک اُسکے شوہر اور متعلقین کی سلامتی سے زیادہ اور کوئی چیز دنیا میں نہیں ہوسکتی۔

اس لئے کہ وطن پرستی کا جذبہ مجھ میں موجود نہ تھا۔ میں انگریزوں کی بربادی کو قابل اعتنا نہ سمجھتی تھی مگر افسوس کہ میرا خداوند مجازی یعنی میرا خاوند میرا ہم خیال نہ تھا اسکا عقیدہ تھا کہ ہر غیرت مند انگریز کو اپنے مذہب

وملت کی حفاظت اور اپنی قوم کی زندگی کے لئے اپنی جان قربان کردینی چاہیئے
مختصر یہ کہ ہم باغیوں کی نگاہوں سے بچتے ہوئے اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہوئے۔ کمپنی باغ کی طرف سے گزرتے ہوئے ہم سینٹ جیمس چرچ کی پشت پر پہنچے اور یہ مسافت دراز محض اسلئے طے کرنی پڑی کہ ہم فوجی بارگوں کے قریب سے گذرنا نہ چاہتے تھے۔ کیونکہ وہاں باغیوں کا اجتماع تھا۔ آخر کار ہم ایک انگریز سوداگر کے دروازے تک پہنچ گئے۔ اس ہنگامہ زاری میں اسی مکان کو ہمنے اپنا دارالامان تصور کر رکھا تھا۔ یہاں پر دیکھا تو گھر کے دروازے سب بند تھے ایک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ برسوں سے یہاں کوئی شخص آباد ہی نہیں ہوا۔ میرے خاوند نے دروازہ کھٹکھٹایا مگر کوئی جواب نہ ملا۔ میرے خاوند کو دنیا میں صرف اسی شخص کی ذات پر بھروسا تھا۔ مگر ایسے مصیبت کے وقت اُس نے بھی ہمارے لئے اپنا دروازہ نہ کھولا تو پھر دنیا میں کسی کی دوستی پر بھی اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ جہاوت نے گھر کے اطراف کو اچھی طرح دیکھا مگر کوئی آدمی نظر نہ آیا۔ میرے خاوند نے آخری مرتبہ دروازہ اس زور سے کھٹکھٹایا کہ مکان کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایک کھڑکی کھلی اور ایک ہندو ملازمہ نے سر نکالکر کہا کہ اگر صاحب خانہ سے ملنا چاہتے ہو تو وہ سب مسلح ہوکر میگزین پر چلے گئے ہیں۔ اور اس کی بہن اور بھانجے شمرو بیگم کے ہاں چھپنے میں گئے ہوئے ہیں۔ پھر اسکے بعد اس ملازمہ نے کہا جہانتک ہو سکے بہت جلد کسی محفوظ جگہ پہنچنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ باغی آج رات اس محلہ پر یقیناً حملہ کرنیوالے ہیں۔ اسکے بعد ملازمہ نے دروازہ بند کر لیا اور ہم کو سڑک پر بے یارومددگار چھوڑ دیا۔

جیسا کہ میں پہلے بتا چکی ہوں میرا خاوند انگریزوں کی ہمدردی کا سچا
جذبہ رکھتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ کسی طرح میگزین تک پہنچکر باغیوں کا مقابلہ کرے
مگر دوسری طرف اہل وعیال کی محبت اسکا اقتضا نہ کرتی تھی کہ اس بدامنی
کے عالم میں رات کے وقت ہم لوگوں کو تنہا چھوڑ کر چلا جائے اسوقت مجھکو
خیال آیا اگر ہم اپنے گھوڑے شہر کے باہر نہ چھوڑ آتے تو سوار ہو کر اطمینان
سے کشمیری دروازے پہنچ جاتے اور جرنل کروکی فوج میں شامل ہو جاتے۔ اب
اس مسافت کو ایک گھنٹے سے کم میں طے کرنا مشکل تھا۔ بندوق اور توپوں کی
آواز نے ہمارے حواس اور بھی مختل کر دیئے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باغیوں
کے مقابلہ میں انگریز مغلوب ہوتے جا رہے ہیں اور ایسی بدامنی کی حالت میں
کسی محفوظ جگہ پہنچنا ہمارے لیئے نہایت ضروری تھا۔ میری لڑکی اپنے گھر سے
نکلنے کے بعد ابھی تک خاموش تھی۔ غالباً اسکا جسم ہمارے ساتھ تھا اور دل
ولیم ہڈ کے خیال میں لگا ہوا تھا۔ اچانک اس نے کہا کہ ہم کو اسلحہ خانے کیطرف
چلنا چاہیئے۔ کیونکہ ولیم ہڈ وہیں مامور تھا۔ میرا خاوند اس بات پر بہت
خوش ہوا اور کہا کہ تمام انگریز اس وقت وہاں جمع ہیں۔ اگر ہم وہاں پہنچ گئے
تو یقیناً ہماری زندگی محفوظ ہو جائیگی۔ چنانچہ ہم سب اسی طرف کو روانہ ہو گئے
ابھی ہم اس سوداگر کی گلی سے باہر نہ نکلے تھے کہ دو خطروں میں اپنے آپ کو
گرفتار پایا ہمارے پیچھے سے باغیوں کی ایک جماعت مشعلیں لیئے ہوئے
بندوقوں پر کرچ لگائے نمودار ہوئی۔ یہ لوگ دہلی کے پرانے بادشاہ
بہادر شاہ کی تعریف اور توصیف کے گیت گا رہے تھے اور سامنے سے
شہر کے بدمعاش اور اوباشوں کا ایک جتھا باغیوں کی امداد کیلئے آ رہا تھا اگر
ایسی حالت میں ہاتھی ہمارے سامنے نہ ہوتا تو ان دونوں جماعتوں کی

ملاقات کے وقت ہم یقیناً ہلاک ہو جاتے۔ خوش قسمتی سے ہاتھی ہمارے ساتھ تھا اور اس کی پناہ میں ہم راستہ طے کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ہم ایک عالیشان مکان تک پہنچے اور آہستہ سے اُسکے اندر داخل ہو کر چھپ گئے۔ یہ وہ باغی فوج تھی جنہوں نے اپنے انگریز افسروں کو میرٹھ میں قتل کر ڈالا تھا۔ انکی کرچوں پر انگریزوں کے سر چڑھے ہوئے تھے۔ جب یہ جماعت گزر گئی تو ہم گھر سے نکلے۔ غیر آباد راستوں سے اور چھوٹی چھوٹی گلیوں سے گذرتے ہوئے میگزین کی طرف روانہ ہوئے۔ میرا خاوند ایلین کا بازو پکڑے ہوئے آگے آگے جا رہا تھا۔ میں اور میرا بچہ اور دایا پیچھے پیچھے تھے۔ وحشت اور خوف کے سبب سے ہم لوگ کانپ رہے تھے لیکن بغیر کسی حادثہ کے ہم شاہی باغ کی بوسیدہ دیوار تک پہنچ گئے کہ اچانک ایک ایسا حادثہ رونما ہوا کہ جس سے بچنے کا راستہ ہمیں نظر نہ آتا تھا۔ یعنی جس کوچہ سے ہمکو گذرنا تھا وہ جامع مسجد کے برابر سے گذرتا تھا اور یہاں پر باغیوں کے جتھے جمع ہو رہے تھے۔ جامع مسجد پر ایک انگریزی فوج کے دستے نے اپنا مورچہ لگا رکھا تھا۔ جو باغی ادھر سے گذرنا چاہتے تھے ان کی بندوقوں کا شکار ہوتے تھے۔ پھر بھی ان کی جسارت اور سرکشی کا یہ عالم تھا کہ اس حصہ شہر پر مجموعی حیثیت سے وہ لوگ حملہ آور ہو رہے تھے۔ اور انگریزوں کے قبضہ سے مسجد کے لینے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ مسجد کے قرب وجوار میں ہر طرف آگ لگی ہوئی تھی۔ میں نے اپنی بیس سالہ اقامت میں ایسے وحشی درندے اور بدشکل انسان ہندوستان میں کم دیکھے تھے۔ جیسے کہ آج رات مجھے نظر آ رہے تھے یہ لوگ جلتے مکانوں میں گھس کر جو کچھ جلتی ہوئی کڑیاں انہیں ملتی تھیں دوسرے مکانوں کی طرف پھینک دیتے تھے تاکہ وہ بھی جلکر خاک ہو جائیں۔ مشرقی ہوا چل رہی تھی

اور شاہی محلات بھی مشرق کی طرف آباد تھے۔ انگریزوں کے مکانات شہر کے مغربی حصے میں واقع تھے اس لیئے ہوا کے جھونکے آگ کے شعلوں کو مغرب کی طرف اڑاکر لیجاتے تھے جس سے انگریزوں کے مکانات کو زیادہ نقصان پہنچتا تھا اور شاہی مکانات آگ کے خطروں سے محفوظ تھے۔

مختصر یہ ہے کہ ہم ان دو جماعتوں کے درمیان میں گرفتار تھے جو انگریزوں کی بربادی اور خانہ خرابی کا بیڑا اٹھائے ہوئے تھے۔ خوش قسمتی سے ہماری نگاہ ایک عالیشان مکان کے دروازے پر پڑی۔ اگرچہ اس مکان کو باغی لوٹ چکے تھے۔ لیکن اسکی دہلیز غیر معمولی تاریک تھی۔ ہم نے یہاں پر تھوڑی دیر پوشیدہ ہوجانیکو غنیمت سمجھا اور مکان کے دروازے میں داخل ہوگئے۔

مہاوت کوچہ کی تنگی کے سبب سے ہمارے ساتھ یہانتک نہ آسکا اس لئے دوسری طرف چلا گیا۔ میرے بچہ نے ان واقعات کو دیکھکر رونا شروع کردیا جس سے ہماری وحشت میں اور اضافہ ہوگیا میں نے بہت کچھ اسے بہلایا مگر وہ خاموش نہ ہوا۔ اس غریب کو ہماری مصیبت کا کیا احساس ہوسکتا تھا۔

جس مکان میں ہم داخل ہوئے تھے ایک انگریز دولتمند کی ملکیت تھا۔ لیکن صاحب خانہ اور اُس کے متعلقین میں سے کوئی نظر نہ آتا تھا۔ مکان کے دالانوں میں ہندوستانی بندروں اور دیوانوں کی طرح بھاگتے پھر رہے تھے۔ گھر کا فرنیچر اور لکڑی کا سامان توڑ توڑ کر صحن میں ڈھیر لگاتے جاتے تھے گویا کہ وہ اپنی رسم و رواج کے مطابق آگ جلاکر کسی زندہ عورت کو ستی کرنے والے ہیں۔ کچھ لوگ برہنہ تلواریں لیئے ہوئے مکان کے تہ خانے اور کونوں میں چکر لگا رہے تھے اور مخالفوں کو پکڑکر مختلف قسم کی تکالیف پہنچاتے تھے اور ان کی مصیبتوں پر خوشی کے نعرے بلند کرتے تھے۔ ہم ایسی

. . . .

... جگہ چھپے ہوئے تھے کہ تاریکی کے سبب سے کوئی آدمی ہم کو نہ دیکھ سکتا تھا اور ہم تمام افسوسناک حالات کا مشاہدہ کر رہے تھے لیکن اس خوف سے کہ کہیں یہ درندے اس مکان کی بربادی کے بعد باہر نکلتے ہوئے ہمیں دہلیز میں چھپا ہوا نہ دیکھ لیں اور قتل کر ڈالیں۔ خدا پر بھروسا کر کے مکان کے اندر گھس گئے صحن میں جہاں بہت سے درخت لگے ہوئے تھے۔ چھپ گئے۔ حسن اتفاق سے ان درختوں کے پاس ہی ایک تہ خانہ کی طرف راستہ جاتا تھا جہاں سے شور و غوغا سنا جا رہا تھا ایک پستول کی آواز آئی اور ساتھ ہی تہ خانے کا ایک تاریک حصہ روشن ہو گیا۔ ہم نے دیکھا کہ انگریزوں کی ایک جماعت ہندوستانی جلادوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہے۔ کچھ دیر کے بعد روشنی ختم ہو گئی اور مظلوموں کی آہوں کے سوا تمام چیزیں نظر سے پوشیدہ ہو گئیں چند منٹ کے بعد ہم نے دیکھا کہ ایک دراز قد آدمی کو ہندوستانی تہ خانے سے کھینچتے ہوئے باہر لا رہے ہیں اور آگ کے ڈھیر کے پاس جو مکان کے صحن میں روشن کیا جا رہا تھا لے گئے۔ یہ بیچارہ انگریز کوئی معتبر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ مجھے خیال تھا کہ اسکو قتل کر کے باغی آگ میں جلا دینگے مگر ان بیرحموں نے اسکو زندہ آگ میں دھکیل دیا اور تلواریں نکالکر آگ کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے۔ جدھر سے یہ غریب بھاگنا چاہتا تھا تلوار کی نوک سے اُسے زخمی کر کے پھر آگ میں ڈال دیتے تھے۔ ہم کو اس آدمی کی غیرت مندی پر بڑا تعجب ہوا دو تین مرتبہ اس نے جان بچانے کی کوشش کی مگر مایوسی کے بعد آسمان کی طرف ہات بلند کئے اور دعا میں مصروف ہو گیا۔ میں نے اس وحشتناک منظر کو دیکھکر رومال سے اپنا منہ بند کر لیا کہ مبادا میری چیخ نہ نکل جائے۔

اور بیبے رحم ہم کو بھی آگ کی نذر کر دیں۔ ہندوستانیوں کی گفتگو سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص دہلی کا چیف جسٹس ہے کیونکہ اس کے تقرر سے ہندوستان میں قدیم اسلامی قانون متروک ہو گیا تھا۔ اس سبب سے باغی اسکے بہت مخالف تھے اور اسی بنا پر اسقدر سخت تکالیف سے اُسے مارا جا رہا تھا۔ جب اس غریب آدمی کا خاتمہ ہو گیا تو ہندوستانی اس گھر سے باہر چلے گئے۔ ہم اپنے معاملہ میں سخت پریشان تھے کہیں پر امن کی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کوئی ایسا رہبر بھی نہ تھا جو کم خطر راستوں سے انگریزی کیمپ تک ہمیں پہنچا دے۔ اگر ہم سیدھے راستے سے میگزین جانیکی کوشش کرتے تو جامع مسجد کے قریب سے گذرنا پڑتا تھا اور باغی انگریزوں سے مسجد واپس لینے پر تُلے ہوئے تھے۔ اس بنا پر ادھر سے گذرنا تقریباً ناممکن تھا۔ میرے خاوند کا خیال تھا کہ ہم کو اس گھر میں اسقدر ٹھیرنا چاہیئے کہ مہاوت ہم تک پہنچ جائے۔ اور بظاہر اس مکان میں اب کچھ خطرہ بھی نہ رہا تھا۔ کیونکہ لوٹنے کے قابل کوئی چیز باقی نہ بچی تھی اور باغیوں نے کسی آدمی کو یہاں زندہ نہ چھوڑا تھا۔

ہندوستان میں اکثر راتیں دن سے زیادہ سرد ہوتی ہیں باوجود اس بات کے کہ ہم آگ کے قریب تھے جسمیں اس غریب جج کو جلایا گیا تھا پھر بھی جاڑے کے سبب ہم کانپ رہے تھے۔ چنانچہ ہم مکان کے ایک کمرے میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے ایک بڑے زینے سے ہوتے ہوئے اوپر کی منزل میں پہنچے۔ بہت سے کمرے برابر بنے ہوئے تھے گھر کا تمام سامان باغیوں نے صاف کر دیا تھا کمروں سے گذرتے ہوئے ایک چھوٹے کمرے میں پہنچے۔ جہاں ایک بستر پڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے بچے ولی

کو اسپر لٹا دیا اور خدا سے اسکی سلامتی کی دعا کی۔ اور ہندو دایا کو بچے کے پاس چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

جس تہ خانے سے جج کو باہر لایا گیا تھا ابھی تک وہاں سے چیخنے چلانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے خیال کیا کہ وہاں جاکر مجروحوں کی دیکھ بھال کرنی چاہیئے اور اگر کسی کی زندگی کی امید ہو تو اس کی مرہم پٹی کی کوشش کریں۔ اِدھر اُدھر ٹٹولا تو ایک موم بتی کا ٹکڑا مل گیا اور ہم اس کی امداد سے تہ خانے میں داخل ہوئے۔ زمین پر بھی خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ تہ خانے کے ایک کونے میں انسانی جسم کے ٹکڑوں کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا بعض مجروح جسم ابھی تک گرم تھے۔ قلب بھی متحرک تھے اور کراہنے کی نحیف آواز سنی جاتی تھی۔ جن لوگوں میں ابھی سانس باقی تھا انہیں مردوں سے ہم نے الگ کر لیا تاکہ آخری وقت میں آسائش سے مر سکیں۔ ان مقتولوں میں دو عورتیں اور ایک بچہ ہمیں ایسا ملا جس کے زخم زیادہ مہلک نہ تھے اور جن کی زندگی کی امید کی جا سکتی تھی۔ میرے خاوند نے ایک عورت کو سہارا دیکر اُٹھانا چاہا مگر اس کی دردناک آواز سنکر پھر اُسے لٹا دیا اسکے بعد اس عورت نے بغیر امداد کے اُٹھنے کی کوشش کی مگر کمزوری کے سبب سے زمین پر گر پڑی۔ میں امداد کیلئے اُسکے قریب پہنچی تو دیکھا کہ اُسکا ہاتھ پہنچے سے ٹوٹا ہوا تھا صرف اس تین چار سال کے بچے کے کوئی زخم نہ تھا۔ ہمیں دیکھکر یہ غریب بھاگنے لگا اور مردوں میں جاکر چھپ گیا۔ میری لڑکی نے انگریزی زبان میں اس سے گفتگو کی تو وہ لاشوں سے نکلکر آیا اور میری لڑکی کے گلے سے چمٹ گیا۔

اس بچے کی حالت کو دیکھکر ہم پر بہت اثر ہوا۔ میں نے اُسے گود میں لیکر پیار کیا۔ اس دوران میں باہر سے ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز آئی

ہمیں اس بدبختی کے زمانے میں مہاوت سے اسقدر وفاداری کی امید نہ تھی کیونکہ بدنصیبی میں بہت کم ساتھی ملتے ہیں۔ مہاوت کو دیکھکر ہم کو بہت مسرت ہوئی اور وہ بھی ہمیں دیکھکر بہت خوش ہوا۔ یہ شخص مذہبًا مسلمان اور اسکا نام "محمد" تھا۔ ہمارا پرانا ملازم تھا۔ اورحقیقت یہ ہے کہ وہ جوانمردی انسانیت مروت اور وفاداری کے تمام حقوق کو پوری طرح ادا کر رہا تھا۔ دوبارہ خدا اور رسول کی قسمیں کھا کر اس نے ہمیں اطمینان دلایا کہ اس مختصر مدت کی غیر حاضری کا سبب نمک حرامی نہ تھا بلکہ کوچہ کی تنگی اور آدمیوں کی بھیڑ کے سبب سے ہاتھی ادھر کو گذر نہ سکتا تھا۔ جب باغی وہاں سے چلے گئے تو ہاتھی لیکر اس کوچہ میں داخل ہوا۔ مکان کے قریب پہنچکر ہاتھی نے چنگھاڑنا شروع کیا۔ چنانچہ ہم اسکی آواز کی طرف دوڑے اور اپنے محسن کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا۔

ہم نے شہر کا حال اور اپنے ہموطنوں کی مصیبت کی کیفیت اس سے دریافت کی۔ معلوم ہوا کہ دہلی بالکل باغیوں کے قبضے میں ہے۔ بہادر شاہ کو جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی حکومت کے لئے دوبارہ انتخاب کیا گیا ہے۔ تمام انگریز دولتمندوں کے مکانات کو لوٹ لیا گیا۔ شہر میں انگریزوں کا قتل عام ہو رہا ہے۔ میگزین کے پناہ گزین بھی منتشر ہو گئے ہیں۔ اب صرف بارود خانہ انگریزوں کے قبضے میں ہے اور کابلی دروازے پر بھی کچھ انگریزوں کا قبضہ ہے جرنل کرو بھی اس دروازے کے آس پاس باغیوں کا مقابلہ کر رہا ہے اور انگریزوں کی ایک کافی جماعت اس کے پاس پناہ لینے کے لئے جمع ہو گئی ہے۔

مہاوت کے بیان کردہ واقعات سنکر ہماری وحشت میں اور اضافہ

ہو گیا۔ رات زیادہ آچکی تھی اور ہم پریشان تھے کہ آیا اسی مکان میں رات بسر کریں یا اور کسی محفوظ جگہ کو تلاش کریں۔ جہادت مصر تھا کہ رات کی تاریکی کو غنیمت سمجھو اور کوئی محفوظ جگہ تلاش کرو مگر ہم کہاں جا سکتے تھے۔ اگر اپنے ہم وطنوں کے مکانات میں پناہ لیتے تو گویا اور زیادہ خطرے میں اپنے کو گرفتار کرنا تھا۔ اور اگر اسی مکان میں روپوش رہتے تو صبح قریب تھی۔ ہندوستانیوں کے ہاتھ سے دن کی روشنی میں یہاں محفوظ رہنا ناممکن تھا۔ جہادت نے جب ہماری پریشانیوں کو دیکھا تو اپنے ایک مسلمان دوست کا ذکر کیا اور امید دلائی کہ اُسکے مکان میں پناہ مل سکتی ہے۔ مگر مذہبی تعصب کی بنا پر یہ شخص بھی اور مسلمانوں کے ساتھ انگریزوں کی بغاوت کی تحریک کر رہا ہے۔ پھر بھی تم کسی صورت سے اُسکے مکان میں داخل ہو جاؤ اور اسکو تمہارے ورود کی اطلاع نہ ہو۔ تو حدیث کے اس مضمون کے مطابق اکرم الضیف۔ تمہاری خاطرداری اور مہمان نوازی اپنا فرض سمجھے گا کیونکہ مسلمان کے گھر میں اگر کوئی دشمن بھی پناہ لینے آئے تو پھر مذہبی اختلافات کو چھوڑ کر اُس کے ساتھ ہر طرح کی امداد ضروری سمجھتا ہے۔ اور جب تک مہمان ان کے مکان میں رہتا ہے اسکی جان و مال کی حفاظت کو اپنا مذہبی فرض سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر تمہارا رات ہی کے وقت چل دینا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ یہ شخص اسوقت اپنے گھر میں موجود نہیں۔ میرے خاوند نے کچھ سوچنے کے بعد بارودخانہ کے متعلق جہادت سے دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ بارودخانے کا وجود ہے اور نہ وہاں سے کے تھوڑا انگریز اسپر قابض ہیں۔ صرف اسلحہ خانے پر انگریزوں کا قبضہ ہے۔ میری لڑکی نے اس واقعہ کو سنکر کہنا شروع کیا کہ ہم کو وہاں

فوراً چلنا چاہیئے کیونکہ ولیم ہڈ وہاں موجود ہوگا - مہاوت نے میری لڑکی کے خیال کی مخالفت کی اور راہ کے خطرات کے متعلق کچھ واقعات سنائے اور بتایا کہ انگریز اسلحہ خانے کو باغیوں کے حوالے نہیں کرنا چاہتے اور ارادہ ہے کہ شکست سے پہلے اسمیں آگ لگادیں اور خود بھی غیرت مندوں کی طرح اپنی جان دیدیں - اس واقع کو سنکر میری لڑکی غش کھاکر گر پڑی - میں نے جاکر گود میں اُٹھالیا ہوش آیا تو دو تین مرتبہ اسلحہ خانے کا نام اس کی زبان پر آیا اور پھر وہ خاموش ہو گئی -

وہ لڑکا جسکو ہم نے تہ خانے میں زندہ پایا تھا جس کی ماں مقتول ہو گئی تھی ہم سے بہت مانوس ہو گیا - میری لڑکی کے پاس کھڑا ہوا روتا تھا مہاوت نے چلنے پر اصرار کیا - میں نے اُسکو بتایا کہ ان دو مجروح عورتوں کو یہاں تنہا چھوڑ کر چلا جانا مروت کے خلاف ہے - مہاوت کو اول تو یہ بات ناگوار گزری لیکن میری ضد کو دیکھکر کہنے لگا کہ غالباً انگریزوں کی بربادی کا قدرت فیصلہ کر چکی ہے - پھر کچھ دیر سوچنے کے بعد مہاوت نے ایک عورت کو اُٹھاکر ہاتھی کے ہودے میں بٹھادیا یہ عورت ابتدا سے اسوقت تک مسلسل رو رہی تھی - کیونکہ ابھی تک اسکے حواس بجا نہ تھے - اس لئے ہم کو بھی اپنا دشمن سمجھتی تھی - جب اس کو ہماری ہمدردی کا کچھ کچھ احساس ہوا تو خاموش ہو گئی دوسری عورت جس کا بازو کٹ گیا تھا اور جسکے زخم کو ہم نے مضبوط باندھ دیا تھا اس میں کچھ کچھ طاقت آنے لگی تھی - ہم لوگوں کی مدد سے ہاتھی پر سوار ہوئی - ان عورتوں کے برابر اس بچے کو بھی بٹھادیا - ابھی ہم مصیبت زدوں کا قافلہ روانہ نہ ہوا تھا کہ ایک اور بلا نازل ہوئی - میں اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو کر اپنے بچے کو لینے کے لئے

اوپر کی منزل میں گئی۔ مگر وہاں جاکر دیکھا کہ بچہ غائب تھا بہت کچھ تلاش کیا مگر کوئی سراغ نہ ملا سبب بے اختیار میں نے چیخنا شروع کر دیا۔ میرا خاوند اس خیال سے کہ شاید باغی مجھپر حملہ آور ہوئے ہیں پستول لئے ہوئے میری آواز پر آیا اور مجھے تنہا دیکھکر میری بے قراری کا سبب پوچھا میں اُسوقت اپنا منہ نوچ رہی تھی اور بدحواسی میں کہہ رہی تھی اسے لیگئے اُسے لیگئے اُسے قتل کر دیا۔ میرے خاوند نے پوچھا کہ کسے لے گئے تو میں نے اپنے بچے کی غیبت کا حال سنایا۔ دایا کو تلاش کیا تو معلوم ہوا وہ بھی غائب ہے۔ میرا خاوند اس اچانک مصیبت سے بڑا بے قرار ہوا مکان کے کونے کونے کو دیکھ ڈالا اور مایوس ہو کر میرے ساتھ آہ و فغاں میں شریک ہو گیا اور دیل کے بستر کے پاس ہی اُسے غش آگیا۔ خاوند کی یہ حالت دیکھکر میں اپنے بچے کے غم کو بھی بھول گئی۔ مجھے اندیشہ تھا کہ کہیں وہ سکتے یا ناگہانی موت کا شکار نہ ہو جائے اور اس دنیا میں ہماری مصیبت کا ایک بھی شریک باقی نہ رہے۔ ماں ہونے کی حیثیت سے مجھے زیادہ رقیق القلب ہونا چاہیئے تھا۔ مگر میں نے اُسکے کپڑوں کے بٹن کھولے اور اُسکے کانوں میں اس طرح کہنا شروع کیا بہت ممکن ہے کہ وہ ہندو دایا باغیوں کے خوف سے ہمارے بچے کو لیکر کسی محفوظ جگہ چلی گئی ہے۔ میری تسلیوں نے میرے خاوند کے بے جان جسم میں کوئی حرکت پیدا نہ کی اور مجھے اس کی موت کا یقین ہو گیا۔ مہاوت کہیں سے پانی کا ایک طشت بھر لایا۔ میں نے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دینے شروع کئے کچھ دیر کے بعد اُس کے کراہنے کی آواز آئی تو اس کی زندگی کی ہمیں امید ہوئی۔ آنکھیں کھولکر سب سے پہلے اس نے اپنی لڑکی آئلین کے متعلق

دریافت کیا۔ کیونکہ وہ اپنے لڑکے کی زندگی سے مایوس ہو گیا تھا دنیا میں صرف اسکی لڑکی کا وجود باقی رہ گیا تھا۔ میں نے سہارا دیکر اُٹھایا اور دیر تک اپنے عزیز بچے کے گم ہو جانے پر ہم دونوں روتے رہے۔ جہاوت ہماری حالت کو دیکھکر بہت متاسف ہوا اور ہم کو رونے سے منع کیا اور کہا کہ مجھے یقین ہے کہ تمہارا بچہ بالکل محفوظ ہوگا۔ کیونکہ اگر کوئی باغی اس مکان میں داخل ہوتا تو اُسکو دیکھکر یقیناً قتل کر دیتا مگر یہاں اُس کے قتل کی کوئی علامت موجود نہیں۔ نہ خون کا کوئی قطرہ ہے نہ جسم کا کوئی حصہ نظر آتا ہے میرا خیال ہے کہ ہندو دایا باغیوں کے خوف سے اس گرانبہا امانت کو لیکر کسی طرف بھاگ گئی ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ دنیا کی مایوسیوں اور مصیبتوں میں خدا کی مہربانی سے نا امید نہ ہو۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض ناممکن چیزیں خدا کے حکم سے خلاف توقع ممکن ہو جاتی ہیں۔ جہاوت کی تسلیوں سے ہمیں کچھ اطمینان ہوا اور صبر وشکر کر کے اس مکان سے باہر نکلے۔

رات کے چار بجے تھے۔ ان شہروں میں جو خط استوا کے نیچے واقع ہیں۔ چھ بجے سورج نکلتا ہے تو گویا رات کی تاریکی کا پردہ صرف دو گھنٹے کیلئے ہمارے اور باغیوں کے درمیان حائل تھا۔ ہم نہ جانتے تھے کہ ان دو گھنٹوں میں ہمیں پناہ ملے گی یا نہیں۔ میں اگر اس رات سے زیادہ مصیبتناک رات نہ دیکھتی تو یقیناً یہی کہتی کہ دنیا میں کسی نے اس سے زیادہ مصیبت کی رات کی صبح نہ کی ہوگی مگر افسوس مصیبت اور بدبختی کے راستے میں یہ ہمارا پہلا قدم تھا۔ ہم نے بلاؤں کے سمندر کی گہرائیاں ابھی نہ دیکھی تھیں۔ دنیا کی بہت سی ذلت و خواریاں ہم پر آنیوالی تھیں۔ مختصر یہ اگرچہ یہ رات بڑی سخت اور تکلیف دہ تھی لیکن میرے مستقبل کی راتوں سے زیادہ ناگوار نہ تھی۔

گھر سے نکلکر ہم ایک چوراہے پر پہنچے - مہاوت نے ہاتھی کو سلح خانے کی طرف چلایا - میری لڑکی نے اُسکے ہاتھ کی طرف جانا چاہا - دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ بارود خانے اپنے شوہر ولیم ہڈ کے پاس جانا چاہتی ہے - افسوس کہ اس مصیبت کے وقت ہماری لڑکی بھی دیوانی ہوگئی تھی - مجبوراً اسکو سیدھے راستے کی طرف لے چلے - یہ راستہ جہاں سے ہم گذر رہے تھے - دوسرے راستوں سے زیادہ محفوظ تھا - مگر دُور سے چیخنے چلانے کی آوازیں ظالموں کے نعرے مظلوموں کی پکاریں ہمارے کانوں میں آرہی تھیں -

مہاوت ایک جگہ ٹھیر گیا - اور ہم کو کھڑا کرکے باغ کی دیوار کے سایہ میں روانہ ہوا - کیونکہ دیوار سفید تھی - ہم کو ایک سایہ تقریباً بیس پچیس قدم تک چلتا ہوا نظر آیا - اور ایک بڑے مکان کے قریب جاکر ٹھیرا اور دروازہ کھٹکھٹایا - دروازہ کھُلا اور کچھ دیر تک دروازہ کھولنے والے اور مہاوت میں گفتگو ہوئی - حقیقتاً ہماری زندگی اور موت کا دارومدار اسی گفتگو پر تھا - اگرچہ وہ پانچ منٹ سے زیادہ ہم کلام نہ رہے مگر مایوسی میں یہ پانچ منٹ پانچ سال سے زیادہ دراز معلوم ہوتے تھے - گفتگو کے بعد مہاوت نے سیٹی بجائی - ہاتھی اسکی آواز پر چلا اور ہم بھی اسکے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے - ایک وسیع باغ سے گذرتے ہوئے ایک عالیشان مکان کے قریب پہنچے - ہاتھی پر سے سامان اور مجروحوں کو اُتارا اور ایک وسیع کمرے میں داخل ہوئے - مہاوت نے دروازہ بند کردیا اور خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا کہ خدا کا شکر ہے مصیبت سے فی الحال تمہیں نجات ملی - میں نے کہا شکر ہے ہم کو خدا نے پناہ دی مگر میرا بچہ کہاں ہے - اس نے کہا انشاءاللہ میں تھوڑی دیر میں اُسکو تلاش کرنے جاؤنگا - مگر فی الحال تمہارے کھانے کے لئے کچھ چیز

لانا ضروری ہے -

کمرے کے درمیان میں ایک لیمپ روشن تھا اور چاروں طرف سوفے بچھے ہوئے تھے۔ ہم ان پر لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی اور ہماری پریشانی کا سلسلہ ختم نہ ہوا۔ وحشتناک خیالات اور آنیوالی مصیبتوں کی فکر دلوں پر چھائی ہوئی تھی جس نے ہماری آنکھوں سے نیند اڑا دی - میں نہ بغاوت کے لئے متفکر تھی نہ اپنے گھر بار کے جلنے کا غم تھا نہ آنیوالی مصیبت اور فقیری کا اندیشہ تھا۔ تمام گذرے ہوئے اور آنیوالے حادثات کو فراموش کر چکی تھی صرف مجھے اپنے بچے کا خیال تھا کہ آیا اسپر کیا گذری اور اسوقت وہ کس حالت میں ہے کیا وہ اسوقت موت کے آغوش میں سویا ہوا ہے۔ یا اپنی دایا کی گود میں - کبھی کبھی مجھے اس کی زندگی کی امید ہوتی تھی۔ میں اسکے دیدار سے مایوس نہ ہوتی تھی۔ اور کبھی اسکی موت کا خیال آتا تھا اور وحشت اور دیوانگی سے میرا دل دھڑکنے لگتا تھا۔

مختصر یہ کہ آفتاب طلوع ہوا۔ مہاوت ہمارے لئے تمام ضروری سامان لیکر آیا ہم کو گھر سے نہ نکلنے کی تاکید کی۔ کیونکہ ہر انگریز مرد اور عورت بچہ اور بوڑھا باغیوں کے ہاتھ سے محفوظ نہ رہ سکتا تھا۔ اس نے درخواست کی کہ جب تک دہلی کا بادشاہ مقرر نہ ہو تمہیں پوشیدہ رہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ مکان ایک مسلمان کا ہے۔ اگر باغیوں کو اس مکان میں تمہاری موجودگی کا علم ہوا تو تمہارے ساتھ صاحب خانہ کی زندگی کی بھی خیر نہیں اور آخر میں میری تسلی کیلئے وعدہ کیا کہ شام تک میرے بچے کو کسی نہ کسی طرح تلاش کر کے مجھ تک پہنچا دیگا۔

اس کمرے میں چھ آدمی تھے - دو مجروح عورتیں ایک طرف پڑی ہوئی

تھیں ۔میری لڑکی اور وہ چھوٹا لڑکا ایک دوسرے کونے میں بیٹھے ہوئے تھے میں اور میرا خاوند ایک طرف اپنی لڑکی کے مستقبل پر غور و فکر کر رہے تھے۔میں نے اپنی لڑکی کو رُلانے کی بہت کوشش کی تاکہ اُس کے دل کا غبار نکل جائے مگر وہ خاموش رہی اور کھانے کو بھی ہاتھ نہ لگایا ہم نے کچھ کھانا کھایا اور کچھ پانی پیکر پیاس بجھائی وہ دو انگریز عورتیں پانی زیادہ صرف کر رہی تھیں۔ یعنی پینے کے علاوہ اپنے جسم کے زخموں کو پانی سے دھو رہی تھیں۔میں نے بڑی نرمی سے اُنکو سمجھایا کہ پانی نہایت کمیاب ہے اور ہر ایک قطرے پر ہماری زندگی کا دارومدار ہے۔میری نصیحت پر عمل کرنیکی بجائے یہ عورتیں مجھ سے ناراض ہوگئیں۔مختصر یہ کہ ہم اس کمرے میں بیٹھے ہوئے پانی کے ایک ایک قطرے پر لڑ رہے تھے اور شہر میں ہمارے ہم وطنوں کے خون کے سیلاب بہائے جا رہے تھے یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ دو مجروح عورتیں جنکے وجود نے ہماری بدبختی اور مصیبت میں اضافہ کر دیا تھا ہم سے بے انتہا متنفر تھیں۔اگرچہ ہماری ہمت اور ہمت اُن کی زندگی کا سبب ہوئی۔اگر ہم نہ ہوتے تو اُن کی زندگی کی کوئی امید نہ تھی۔............

اُس دن کے آفتاب کے ساتھ یقیناً اُن کی زندگی کا آفتاب بھی غروب ہوجاتا مگر پھر بھی یہ احسان فراموش عورتیں ہم سے غرور اور تکبر کے ساتھ پیش آرہی تھیں اور جسوقت انہیں معلوم ہوا کہ ہم زراعت پیشہ لوگ ہیں تو اُن کی نفرت میں اور اضافہ ہوگیا۔میرے خاوند کو کچھ علم جراحی سے بھی واقفیت تھی۔اس مجروح عورت کے ہاتھ کو اس نے اس طرح باندھا کہ خون نکلنا بند ہوگیا۔اور اس کی زندگی کی صورت نکل آئی

دوسری عورت کی آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ اس لئے وہ اس غم میں رو رہی تھی ہم نے اپنی حالت کو ان سے چھپانے کی کوشش نہ کی اسلئے ہمارے پیشہ سے ان کا واقف ہوجانا مشکل نہ تھا مگر وہ اپنے اصل ونسل کے متعلق ہم سے کچھ بیان نہ کرتی تھیں۔ اگرچہ ہم ان کی ذاتیات کو معلوم کرنا نہ چاہتے تھے مگر پھر بھی مجمل طور پر خاندان کے معلوم کرنے کی ضرورت تھی۔ میں نے اس بچے سے بہلا پھسلا کر ان عورتوں کے متعلق دریافت کیا۔ مگر وہ کوئی مطمئن جواب نہ دے سکا۔ مگر اس لڑکے کی گفتگو سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ وہ چیف جسٹس کا بیٹا تھا جسکو ہمارے سامنے باغیوں نے آگ میں جلایا تھا اس بچے کو ابھی تک اپنے باپ کی موت کی خبر نہ تھی۔ اسکا یہی خیال تھا کہ اسکا باپ باغیوں سے لڑنے کے لئے گیا ہوا ہے اور اس لئے اپنے باپ کی واپسی کا منتظر تھا۔ کیونکہ اس کی ماں چھ ماہ پہلے مرچکی تھی۔ اس لڑکے کی تربیت اس کی خالہ کے سپرد تھی اتفاق سے غدر کی رات کو اسکی خالہ نے بعض نو واردوں کی دعوت کی تھی۔ جب بزم مہمانی آراستہ تھی ملازمین کمر خدمت باندھے کھڑے تھے۔ اچانک باغی اس مکان پر حملہ آور ہوئے۔ عورتیں اور بچے اس تہ خانے میں جاکر چھپ گئے اور مردوں نے کچھ مختصر ہتھیاروں سے مکان کے صحن میں باغیوں کا مقابلہ کیا۔

حسن اتفاق سے ان دونوں عورتوں میں کچھ نزاع پیدا ہوگیا اور ہم کو دونوں کی حقیقت معلوم ہوگئی کیونکہ ایک نے دوسری سے کہا "اب کٹے ہوئے ہاتھ سے تو باورچی خانے میں کھانا وغیرہ نہیں پکا سکتی" یہ طعنہ سنکر اس عورت نے مقابل کو للکار کر جواب دیا "تو بھی ایک آنکھ کے ضائع ہوجانے کے سبب سے اپنے آقا کے سامنے ناز و انداز نہیں دکھا سکتی"۔ ہمیں معلوم ہوا کہ یہ دونوں

عورتیں جو ہمارے ساتھ اسقدر غرور تکبر کے ساتھ پیش آتی تھیں۔ ایک ان میں
سے ماما تھیں اور دوسری خادمہ۔ یہ دونوں اپنے آقاؤں کے
ساتھ حادثہ غدر میں مجروح ہوگئی تھیں مگر اس وقت ہر صورت
سے وہ ہماری ہم رتبہ اور بدبختی اور مصیبت میں ہماری شریک
تھیں۔ میں باوجود ان کے غرور و نخوت کے یہ اُن پر ظاہر نہ ہونے دیتی
تھی کہ مجھے ان کے بیٹے کا علم ہوگیا بلکہ ان کی تسلی اور تشفی میں اور
زیادہ مبالغہ کر رہی تھی۔ میری مہربانی کو دیکھکر اُنہوں نے
بھی آخر کار اپنی حالت کو بدل دیا اور محبت سے پیش آنے
لگیں اور جس قدر ہوسکا اُنہوں نے بعض ضروری کاموں میں میرا ہاتھ بٹایا۔
صبح کی روشنی میں ہم نے دیکھا کہ اس کمرہ کا فرش سنگ مرمر کا ہے اور درمیان میں
سوائے ایک میز اور چند سوفوں کے اور کسی قسم کا فرنیچر نظر نہ آتا تھا۔ اگرچہ اس مکان میں امن و
امان تھا مگر شہر کے اطراف سے توپوں بندوقوں کی آوازیں اور باغیوں کے نعرے سنے
جا رہے تھے انگریزی فوج توپ کے حملوں سے شہر دہلی میں امن قائم کرنا چاہتی تھی۔ مگر بدقسمتی
سے انگریزی فوج ہندوستانی باغیوں کے مقابلہ میں بہت کم تھی۔

دو دن میں جس قدر ناگوار مصیبتیں مجھ پر نازل ہوئیں ان کا بیان
کرنا انسانی طاقت سے باہر ہے۔ کبھی کبھی میں ان تمام واقعات کو ایک
خواب سمجھتی تھی۔ کبھی خیال آتا تھا کہ غالباً میرے دماغ میں کوئی خلل پیدا
ہوگیا ہے اور یہ تمام حادثات کوئی حقیقی وجود نہیں رکھتے۔ کبھی خیال
آتا تھا کہ میں نے ہندوستانی رسم کے مطابق کچھ بھنگ پی لی ہے جس نے
میرا دماغی توازن خراب کر دیا۔ میرا خاوند ایک گوشہ میں پشیمان بیٹھا ہوا تھا وہ
چاہتا تھا کہ کسی طرح اپنے ہم وطنوں کے ساتھ ملکر انگریزی حکومت کی امداد کرے

لیکن ہماری بے کسی اور بد بختی پر نظر کرتے ہوئے ہم کو تنہا چھوڑ دینا اُسکے لئے ناممکن تھا۔ ہم کو تسلی دینے کے لئے وہ کبھی کبھی کہتا تھا کہ "دن کی روشنی میں باغی انگریزی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اگر خدا نے چاہا تو آج شام تک دہلی میں امن قائم ہو جائیگا اور باغی شکست کھا کر بھاگ جائینگے۔ انگریزوں کی موجودہ فوج جو شہر کے مستحکم مقامات اور بارود خانے پر قابض ہے اور وہ ہندوستانی سپاہی جو باغیوں کے شریک کار نہیں ہیں عنقریب متحد ہو کر باغی اور مفسدوں کو دنیا سے نابود کر دینگے"۔ اس بیکاری میں یا اپنی تسلی کے لئے یا ہم کو اطمینان دلانے کے لئے میرا خاوند ہندوستان کے مستقبل نظم و نسق کے متعلق تجاویز سوچ رہا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ اگر ہندوستانی فوج کا انتظام اچھی طرح کیا جائے تو آئندہ وہ کبھی بغاوت نہ کر سکے گی۔ میں صحیح طور سے نہیں بتا سکتی کہ میرے خاوند کا در اصل عقیدہ کیا تھا جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ہندوستان کی بغاوت ان کارتوسوں کے سبب سے ہوئی جو چربی سے آلودہ کئے جاتے تھے اور ہندوستانی جنکے استعمال سے کراہیت کرتے تھے یا یہ کہ اس ملک کے باشندے انگریزی حکومت سے اپنی آزادی کے طالب تھے اور اپنے خیال میں اپنی جنگی طاقت سے انگریزی حکومت کو شکست دینے کے لئے کھڑے ہوئے تھے ہم اسقدر کوتاہ نظر نہیں کہ ہندوستان کی اس عالمگیر بغاوت پر مفصل نظر نہ ڈال سکیں ہندوستانی اس بات کو سمجھ گئے ہیں کہ دنیا کی ایک عظیم الشان قوم اور ہندوستان جیسے زرخیز ملک کی رسم و رواج کو ایک اجنبی قوم متروک اور مغلوب نہیں کر سکتی یہ ناممکن ہے کہ چند گنتی کے انسان اتنی عظیم الشان آبادی کو اپنے قبضہ اقتدار میں رکھ سکیں۔ یقیناً میرا خاوند بے وقوف اور انجام ناشناس نہیں تھا۔ ان تمام واقعات کو اور ان حادثات کی حقیقت

کو اچھی طرح سمجھتا تھا مگر ہماری تسلی کیلئے اس قسم کی باتیں بیان کرتا تھا جن کو حماقت پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ اسکا خیال تھا کہ ہندوستان میں عنقریب امن و امان قائم ہونیوالا ہے اور مستقبل حکومت کو ہمارے تمام نقصانات کا معاوضہ ادا کرنا پڑے گا اور یہی ہماری انتہائی امید ہے۔ میں بھی اسکی تسلی کیلئے ان خیالات کی تائید کرتی جاتی تھی۔

دوران گفتگو میں میرے خاوند نے چونک کر کہا کہ غور کرو توپ کی آوازوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں گولوں کی بجائے چھرے بھرے ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر ہر توپ کے چلنے کے بعد بہت زیادہ آدمیوں کی آوازیں بلند ہوتی ہیں یعنی توپ کے چھرے باغیوں کی غیر معمولی تعداد کو مجروح کرکے کچھ دیر ان کی یورش کو روک دیتے ہیں اور غالباً یہ آواز قلعہ سلیم غوری سے آ رہی ہے۔ میں نے کہا کہ قلعہ سلیم غوری ہماری سیدھی طرف ہے اور یہ آوازیں ہماری بائیں طرف سے آ رہی ہیں اور علاوہ توپ کی گونج کے بندوق کی آوازیں بھی سنی جاتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ جنگ کلکتہ دروازہ یا بارود خانے کے میدان میں ہو رہی ہے۔ میرے خاوند نے کچھ دیر کان لگا کر باہر کی آوازوں کو سنا اور کہنے لگا کہ میرا خیال ہے کہ میرٹھ کے گولہ انداز غالباً انگریزوں کے موافق ہو گئے ہیں اور جمنا کے پل سے گذر کر باغیوں کی پشت پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو باغیوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور ایک گھنٹے میں دہلی کا شہر محفوظ ہو جائیگا اور ہم اطمینان سے اپنے گھر کی طرف لوٹ جائینگے اور یقیناً ہمارا بچہ معہ اپنی دایا کے وہاں موجود ہوگا۔

حسن اتفاق سے کچھ دیر تک توپ اور بندوق کی کوئی آواز بلند

نہ ہوئی۔ اسکے بعد ایک توپ کی گونج پیدا ہوئی ساتھ ہی باغیوں کے خوشی
کے نعرے ہمارے کانوں میں آنے لگے میرا خاوند ان آوازوں کو سُنکر
متحیر ہوا اور کہنے لگا کہ غالباً بارود خانے کو بھی انگریز چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں
اسی بنا پر باغیوں کی خوشی کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں بارود خانے کا نام سُنکر
میری لڑکی اپنی جگہ سے اُٹھی اور واقعات کے متعلق مجھ سے پوچھنے لگی میں نے
اس کی تسلی کیلئے اسطرح بات بنا دی کہ انگریز ابھی تک شہر کے اس حصہ پر قابض
ہیں اور جبتک زندہ ہیں اُسکو ہاتھ سے نہ جانے دینگے کہنے لگی اگر ایسا ہے
تو ہمیں چلکر ولیم سے مل جانا چاہیئے۔ ابھی تک میں نے اسے کچھ جواب دیا تھا
کہ ایک سخت ترین آواز بلند ہوئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ فضا میں انقلاب
پیدا ہو گیا ہے یا زمین میں ایک ہزار آتش فشاں پہاڑ پھٹ گئے ہیں۔
ہم کو ایک زلزلہ سا محسوس ہوا۔ سطح ہوا میں تاریکی چھا گئی۔ کمرے کی
چھتیں ہلنے لگیں ہم ہیبت ناک آواز کو سنکر چکرانے لگے معلوم ہوا
کہ بارود خانے میں آگ لگ گئی۔ ہم اپنی بیہوشی اور بے خبری کی نسبت
نہیں بتا سکتے۔ جب ہمیں ہوش آیا تو دیکھا کہ ہم کڑیوں اور تختوں کے
نیچے دبے پڑے ہیں۔ اس پریشانی کی حالت میں ہم نے خدائے تعالیٰ سے
امداد طلب کی۔ میری لڑکی زمین پر مردوں کی طرح پڑی تھی ہم نے اُٹھا کر
ایک صوفے پر اُسکو لٹایا اور اپنی بدقسمتی پر رونے لگے۔ ایک طرف اپنے
مال و دولت کی بربادی کا غم دوسری طرف اپنے معصوم بچے کے گم ہو جانے
کی فکر اور اسپر ہماری جوان بیٹی کی نازک حالت یہ ایسے نازک حادثات
تھے جنکی تکالیف کو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ ان انگریز افسروں کے نام
جنہوں نے انگریزی حکومت کی حفاظت کیلئے بارود خانے میں آگ لگا کر

اپنی غیرت ملی کا ثبوت دیا اور اپنی جانیں قربان کیں۔ یقیناً مورخ تاریخ کے صفحات پر سنہری حرفوں سے لکھیں گے ہیں صرف وہ مختصر واقعہ لکھتی ہوں جو ایک چشم دید گواہ کی زبانی مجھ تک پہنچا ہے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ گیارہ مئی کو تمام دہلی کا شہر باغیوں کے قبضے میں آ گیا تھا اور جسقدر انگریز باقی بچے تھے کابلی دروازے سے بھاگ کر باہر چلے گئے تھے۔ سراج الدین محمد بہادر شاہ کو جو کہ خاندان مغلیہ کا آخری تاجدار تھا باغیوں نے ہندوستان کی حکومت کے لئے دوبارہ منتخب کر لیا تھا لیکن اس کے بعد بھی دہلی اور تمام ہندوستان میں بغاوت کی آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ اور انگریزوں کی جان و مال کا برابر نقصان ہو رہا تھا۔ اسکے باوجود بعض انگریزی افسر بارود خانے میں پناہ گزین تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ اس جنگی سامان کو آخر تک باغیوں سے محفوظ رکھا جائے ممکن ہے کہ اس دوران میں کوئی کامیابی کی شکل پیدا ہو جائے منجملہ اور افسروں کے ولیم ہڈبھی مدافعانہ جنگ کے لئے کمربستہ تھا ان لوگوں نے ایک عمر رسیدہ شخص کو اپنی سرداری کیلئے انتخاب کر لیا تھا لوگوں کا اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر یہ خیال تھا کہ ہندوستانی فوج پہلے حملے میں تو بڑی جرأت اور جوانمردی کا ثبوت دیتی ہے مگر بعد کے حملوں میں مستقل مزاجی سے جنگ نہیں کر سکتی۔ اس بنا پر اگر چوبیس گھنٹے تک بارود خانہ باغی حاصل نہ کر سکے تو انگریزی افسر جو دہلی کے قرب و جوار میں پائے جاتے ہیں وہ یقیناً دہلی پہنچ جائینگے اور اس شہر کو باغیوں کے ہاتھ سے واپس لینے کی کوشش کرینگے اور بارود خانہ بغیر کسی نقصان کے انگریزوں کے قبضہ میں رہے گا۔

ہندوستان کی مسلسل امن کی بنا پر انگریزوں نے یہاں کے انتظام

میں دُور اندیشی سے کام نہ لیا تھا۔ ہندوستانیوں کی اطاعت اور فرمانبرداری دیکھکر انگریز مآل اندیشی کو بھول گئے تھے اور ہر معاملے میں سہل انکاری برتتے تھے۔ حالانکہ ایک ہنگامی آسائش پر دور اندیش آدمی کو اور حکومت کے کارکنوں کو مطمئن نہ ہونا چاہیئے۔ صلح کے زمانے میں جنگ کے خطرات کا خیال رکھنا ہر ایک حکمران قوم کا فرض ہے کیونکہ اکثر غیر معمولی حادثات اچانک ملک میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ انگریزوں نے چھے پونڈ کی دو توپیں بارود خانے کے سامنے لگا رکھی تھیں اور گولنداز کو حکم تھا کہ جب تک سامان موجود ہے برابر فائر کرتے رہیں اور جب سامان نہ رہے تو توپوں کو برباد کر کے بارود خانے کے صحن میں جمع ہو جائیں اور اس ہنگامی مورچے میں پناہ لیں۔ اس مختصر سی انگریزی جماعت نے فیصلہ کر لیا تھا کہ بارود خانے کی باغیوں سے ہر طرح محافظت کی جائے۔ اور بحالت مجبوری تمام سامان جنگ میں آگ لگا دی جائے۔ تاکہ اسکا ایک ذرہ بھی باغیوں کے قبضے میں نہ آئے۔ اس خیال سے بارود کا ایک خط انگریز افسر نے بارود کے ڈھیر پر کھچوا دیا اور فتیلہ لئے ہوئے وقت کا منتظر تھا اس دوران میں بادشاہ دہلی کا ایک پیغامبر انگریز افسر کے پاس آیا اور بارود خانے کو چھوڑ دینے کی شکل میں امان دینے کا وعدہ کیا۔ مگر انگریز افسروں نے بادشاہی قاصد کو ناکام واپس بھیجدیا۔ مایوسی کے بعد بادشاہ دہلی نے بارود خانے پر حملہ کا حکم دیا۔ باغیوں کا اسقدر ہجوم تھا باوجود اسکے کہ چار توپیں مسلسل چلائی جا رہی تھیں اور باغیوں کی غیر معمولی تعداد ہلاک ہو رہی تھی پھر بھی ان کے ہجوم میں کمی نہ ہوتی تھی۔ آخر دم تک انگریز لڑتے رہے جب ہر طرف سے مایوسی ہو گئی تو

بارود خانے میں آگ لگا دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ایک دوسرے کے ہم آغوش ہو کر الوداعی سلام کیا اور ان کے افسر نے جلتا ہوا فتیلہ بارود کے خط پر لگا دیا۔اور بارود خانہ اڑ گیا۔اور ان جوانمرد افسروں میں سے بجز چند آدمیوں کے اور سب ہلاک ہو گئے۔

مئی کی چودہ تاریخ ظہر کے وقت مہاوت آیا۔بھوک کے سبب سے ہم کو سخت تکلیف پہنچ رہی تھی۔اُسے دیکھکر ہم نے خوشی کا اظہار کیا۔مگر افسوس اُسکے ہاتھ خالی تھے اور کوئی کھانے کا سامان اُسکے ہمراہ نہ تھا مہاوت کی شکل وصورت سے مایوسی ٹپک رہی تھی میرے خاوند نے اس کی پریشان حالت کو دیکھکر حقیقت واقعہ کے متعلق پوچھا۔مہاوت نے ہمیں کوئی جواب نہ دیا اور صوفوں کو اُن کی جگہ سے اُٹھایا اور ہم کو انکے اندر چھپ جانیکا حکم دیا۔ہم فوراً پوشیدہ ہو گئے۔صوفے بلند نہ تھے۔اس لئے ہم کو سرنگوں ان میں بیٹھنا پڑا۔ہمارے چھپنے کے بعد ہمارا تمام سامان جنسے باغیوں کو ہماری موجودگی کا شبہ ہو سکتا تھا چھپا دیا۔کچھ دیر کے بعد کمرے میں ہتھیاروں کے ٹکرانے کی آواز اور باغیوں کی صدائیں آنے لگیں۔مگر کمرے کو خالی دیکھکر سب کے سب خاموش ہو گئے۔اسوقت مہاوت نے مذاق کے طور پر کہنا شروع کیا آپ لوگوں کو دھوکہ ہوا خواہ مخواہ تکلیف اُٹھانی پڑی اور میری بات پر اعتبار نہ کیا۔کوئی انگریز اس مکان میں موجود نہیں۔میں مسلمان ہوں سچ کہتا ہوں اگر کوئی انگریز یہاں موجود ہوتا تو میں بھی اُسکے قتل میں تمہارا شریک ہوتا خدا کا شکر ہے کہ تم نے آکر میری صداقت کا اندازہ لگا لیا۔

ہندوستان کے مسلمان اور تمام قوموں سے کم جھوٹ بولتے

ہیں اور قسم کی صورت میں تو کبھی دروغ گوئی سے کام نہیں لیتے۔ مگر
مہاوت نے یہ قسم کھائی تھی کہ اس کمرے میں کوئی انگریز نہیں۔ غالباً
وہ اپنی قسم میں سچا تھا اس لئے ہم بظاہر کمرے میں موجود نہ تھے باوجود
اس کے بھی باغیوں نے گھر کی چیزوں کو تلوار سے ٹٹولنا شروع کیا۔ میرے
بازو پر تلوار لگی مگر خوف و وحشت کے سبب سے میری آواز نہ نکل سکی۔ مہاوت
نے دور اندیشی کی بنا پر کہنا شروع کیا کہ بے ایمان انگریزوں کو میں نے
باغ میں چھپا ہوا دیکھا تھا۔ اس بات کو سنکر تمام کے تمام کمرے کے
باہر چلے گئے۔ مہاوت بھی کمرے کا دروازہ بند کر کے اُن کے ساتھ ساتھ
باہر چلا گیا اور اس حیلے سے اس خونخوار جماعت کو باغ کے باہر نکال آیا
اور آکر ہم کو قید سے نجات دی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم نے پھر بھوک
کی شکایت کرنی شروع کی اور بتایا کہ اگرچہ ہم باغیوں کی تلوار سے بچ گئے
ہیں مگر بھوک سے ہماری جان نہیں بچ سکتی۔ مہاوت نے کہا شام ہونے
سے پہلے میرے لئے کھانا لانا ناممکن ہے کیونکہ آج داروغہ شہر نے دو مرتبہ
تحقیقات کے لئے مجھے بلایا اور تم لوگوں کے متعلق مجھسے دریافت کیا اور کہا
کہ اگر تو ان کی پوشیدگی کی جگہ نہ بتلائیگا تو قتل کی سزا پائیگا۔ میں نے قسمیہ
بیان کیا کہ دھلی دروازے تک تو مجھے ان کی موجودگی کا علم تھا مگر اُسکے بعد
مجھے انکا کوئی علم نہیں۔ شہر میں منادی کر دی گئی ہے کہ جہاں کوئی انگریز
نظر آئے قتل کر دیا جائے اور اُن کے سر داروغہ شہر کے پاس بھیج دیئے
جائیں۔ مرد کے سر کی قیمت تین سو روپے اور عورت کے ڈھائی سو روپیہ
اور بچے کے دو سو روپے مقرر کیئے گئے ہیں۔ ان خوفناک خبروں کو سنکر
ہماری بھوک تک اڑ گئی۔ مہاوت نے پھر ہمیں امید دلائی اور بتایا کہ

ابھی تک شہر کے باہر انگریزی فوج پر باغی غالب نہیں آسکے اور یقیناً انگریز جمع ہوکر دھلی پر قابض ہو جائینگے اور تمہارے خون کا بدلہ باغیوں سے لیا جائیگا۔ میری ذات پر بھروسہ کرو۔ جب تک میں زندہ ہوں تمہیں مصیبت میں نہ پھنسنے دونگا۔ اگرچہ میرے دوست کو بھی اس گھر میں تمہاری موجودگی کا علم ہے مگر زبان سے کچھ بیان نہیں کرتا۔ کیونکہ مہمان کے تحفظ کو ہم لوگ شرائط ایمانی میں شمار کرتے ہیں۔ آج صبح اس نے اڑتالیس گھنٹے کی اور مہلت دی ہے۔ اس مدت کے گذرنے کے بعد تمہیں اس گھر کو چھوڑنا پڑیگا مگر اطمینان رکھو اس دوران میں میں اس سے زیادہ محفوظ جگہ تمہارے لئے تلاش کرلونگا۔ مہاوت چلا گیا اور رات کے وقت بڑی پریشان حالت میں واپس آیا جس سے ہماری وحشت میں اور اضافہ ہوگیا۔ میری بیٹی صبح سے ابتک مردوں کی طرح پڑی ہوئی تھی مگر کبھی کبھی کراہنے کی آواز ہمارے کان میں آجاتی تھی۔ وہ بچہ جو ہمارے ساتھ تھا سویا ہوا تھا اور وہ دو عورتیں بخار کے سبب سے زمین پر لوٹ رہی تھیں اور بخار کی شدت کے سبب سے ان کو ہماری طرح بھوک کا احساس نہ تھا۔ میرا خاوند پریشانی میں ادھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح بھوک کی تکلیف کا زیادہ احساس نہ ہوگا مگر میں اسقدر فلسفی نہ تھی میرا پیٹ خالی تھا اور میرے دماغ میں فکر اور عقل کی کوئی طاقت باقی نہ رہی تھی کبھی سونے کے ارادہ سے لیٹ جاتی تھی کبھی بیٹھ کر اپنے بچے کو یاد کرنے لگتی تھی۔ بھوک نے اسقدر بدحواس کردیا تھا کہ بچے کی شکل وصورت بھی اب خیال میں نہ آتی تھی۔ یقیناً انسان اُسی وقت تک انسان ہے جب تک حواس قوت ادراک اور عقل اسکے دماغ میں باقی

جاتی ہے۔ اور ان صفات کا باقی رہنا جسمانی ضروریات کے مہیا ہونے پر موقوف ہے۔ اگر جسم کسی قسم کی ضروری آسائش سے محروم کر دیا جائے تو تو پھر انسان ہر ایک چیز کو بھول جاتا ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ انسان مرتے وقت اپنے عزیز و اقارب کی جدائی پر روتا ہے بالکل غلط ہے میرے خیال میں دوسروں سے زیادہ اپنے نفس پر روتا ہے کیونکہ وہ ایک روشن دنیا سے تاریکی کی طرف جا رہا ہے اور اُس کو علم نہیں کہ اس پر کیا گزرنے والا ہے۔

مجھے اس طرح یاد پڑتا ہے کہ میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور چلاتی ہوئی زمین پر بے ہوش گر پڑی۔ غالباً میں اپنے خاوند کے پاس جانا چاہتی تھی۔ میرا خاوند میرے قریب آکر بیٹھ گیا اور محبت بھرے جملوں سے مجھے تسلی دینے لگا۔ میں ان جملوں کو صحیح طور سے سمجھ نہ سکتی تھی مگر اسقدر یاد ہے کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے مگر ہوش آنے تک مجھے بھوک نے بے حال کر دیا تھا۔

ہماری بھوک کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ میرا خاوند ایک مٹھی بھر چاولوں کی قیمت میں سو اشرفیاں دینی چاہتا تھا مگر رزق کی شکل ہم کو نظر نہ آتی تھی۔ بھوک کی تکلیف سے تنگ آکر وہ گھر کے باہر نکل گیا۔ میں نے روکنا چاہا مگر کمزوری کے سبب سے میں دوبارہ گر پڑی۔ کچھ دیر کے بعد واپس آیا تو اُس کا دامن پھلوں سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اس نعمت کو اپنے اور مصیبت کے شریکوں پر تقسیم کیا اور سوئے ہوئے بچے کا حصہ الگ نکال کر رکھ لیا اور ہماری رات ان پھلوں پر بسر ہوئی۔ حہاوت کو آئے ہوئے دوسرا دن ہو گیا اڑتالیس گھنٹے کی

مہلت بھی ختم ہونیوالی تھی ہم نہ سمجھ سکتے تھے کہ اس غریب پر کیا گزری دوسرے دن میرا خاوند شام کے وقت پھر اس مکان کے باغ میں پھل توڑنے کیلئے گیا اور علاوہ پھلوں کے کچھ تربوز بھی لایا مگر وہ بچہ تربوز کی بجائے چاول مانگتا تھا ہم نے دوسرے دن کے وعدے پر اُسے خاموش کیا اور تھپک کر سلادیا۔ اس لڑکے کی طرح سونے والا میں نے اور کوئی بچہ نہ دیکھا تھا مسلسل تین رات دن سے وہ سو رہا تھا۔ ہم کو اس گھر میں آئے ہوئے بھی تیسرا دن تھا۔ اس بچے کے سوا اور کسی کو آرام سے سونا نصیب نہ ہوا تھا۔ بیکار بیٹھے ہوئے ہم خیالی پلاؤ پکایا کرتے تھے خیال تھا کہ انگریزوں کی فتح کے بعد جب دہلی میں امن قائم ہو جائیگا تو ہم اپنے گھر جا کر اس کی مرمت کرائیں گے۔ میرا دادا اپنی بہادری کے سبب سے فوج کا لفٹنٹ بن جائیگا بڑی شان و شوکت سے انکی شادی کرینگے۔ اس کے بعد میں میرا بچہ اور خاوند انگلستان کی سیر کیلئے چلے جائینگے اور وہیں کسی مدرسہ میں اس کو داخل کرا دیں گے میں اسی قسم کے خوش آئندہ خیالات میں غرق تھی کہ باہر کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔ ہم نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آواز آئی جس کے بعد دروازہ خود بخود کھل گیا اور بہت سے لوگوں کی آہٹ ہمیں محسوس ہوئی۔ میں گھبرا گئی مگر میرے خاوند نے کہا کہ بظاہر یہ لوگ اگر ہمارے دشمن ہوتے تو اس طرح اطمینان سے گھر میں نہ داخل ہوتے۔ دل قوی کر کے میں نے کمرے کا دروازہ کھولا اور دو ہندو عورتیں سفید لباس پہنے ہوئے خاموشی سے کمرے میں داخل ہوئیں۔ ایک عورت ہندوستانیوں کی عادت کے مطابق پالتی مار کر زمین پر بیٹھ گئی اور ایک بقچہ کھول کر

کچھ برقعے نکالے اور ہمیں اوڑھنے کا حکم دیا۔ میرے خاوند نے دریافت کیا کہ ہمیں کہاں تک تمہارے ساتھ جانا پڑیگا تو بتایا جہاں جہاوت تمہارا منتظر ہے۔ جہاوت کا نام سنکر بدگمانی کی کوئی گنجائش نہ رہی سب نے اُٹھکر برقعے پہنے اور روانہ ہو گئے۔ شہر کے معتبر گلی کوچوں سے ہمارا گذر ہوا ہر طرف زمین اسقدر خون آلودہ تھی کہ سخت ہوا کے چلنے سے بھی گرد و غبار بلند نہ ہوتا تھا۔ کتوں اور کوّوں کے سوا جو لاشوں پر منڈلا رہے تھے اور کوئی جاندار چیز نظر نہ آتی تھی کہیں کہیں گیدڑوں کے غول بھی نظر آجاتے تھے جو مقتول کے جسم سے اپنی بھوک رفع کر رہے تھے۔ آخر کار پو پھٹی۔ فضا میں روشنی پیدا ہونے لگی مسلمان باشندے اپنے مکانوں سے عبادت گاہوں کی طرف اور ہندو جمنا کی طرف روانہ ہوئے کسی آدمی نے ہماری طرف توجہ نہ کی۔ ان عبادت گذاروں کا خیال تھا کہ اپنے مذہبی فرض سے فارغ ہوکر دوبارہ شہر کے کونے کونے میں انگریزوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کرینگے۔ ہندو عورت جو ہمیں راستہ بتا رہی تھی جلدی چلنے کی تاکید کر رہی تھی۔ ویران راہ میں ہم ایک بہت بڑے درخت کے قریب پہنچے جس کی شاخیں تمام سڑک پر سایہ افگن تھیں۔ باغیوں کی ایک جماعت مسجد کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی ہمیں انہی کے درمیان سے گذرنا تھا اور یہ ناممکن تھا کہ بغیر بدگمانی کے ہم وہاں سے گذر سکتے۔ اس لئے ہم کو اتنی دیر توقف کرنا پڑا کہ یہ باغی یہاں سے چلے جائیں۔ ہندو عورت نے مجھ سے کہا کہ کل کچھ انگریز اس مسجد میں پناہ گزیں تھے مگر باغیوں نے سب کو پکڑ کر قتل

کر دیا۔ اور اب وہ بیٹھے ہوئے صبح کا انتظار کر رہے ہیں تاکہ کابلی دروازے پر انگریزوں کے مقابلے میں صف آرائی کریں۔ ایسی صورت میں دن کا نکل آنا ہمارے لئے نہایت مضر تھا کیونکہ ہمارے برقعے اونچے تھے اور پنڈلی سے نیچے ہمارے انگریزی لباس اور جوتے نظر آرہے تھے۔ بہر حال بڑی بیچارگی اور پریشانی میں ہم اس درخت کے سایہ میں کچھ دیر کھڑے ہو کر قدرت کے فیصلے کا انتظار کرتے رہے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ میرا برقعہ خون میں آلودہ ہو گیا ہے۔ سخت تعجب ہوا کیونکہ میرے جسم کے تمام حصے سالم تھے کسی قسم کا کوئی زخم نہ پایا جاتا تھا جسکے سبب سے برقعہ خون آلودہ ہو سکتا بعد کو معلوم ہوا کہ خون میرے اوپر سے ٹپک رہا تھا۔ نظر اُٹھا کر دیکھا تو بہت سے سر بریدہ انگریز بکروں کی طرح درخت کی شاخوں میں لٹکے ہوئے ہیں۔ میں اپنی جگہ سے ہٹ بھی گئی لیکن پھر بھی بارش کی طرح خون میرے سر پر برستا رہا۔ کیونکہ کم و بیش اس درخت کی ہر ایک شاخ پر ایک نہ ایک مقتول ٹنگا ہوا تھا۔ عجیب اتفاق ہے کہ نادر شاہ درانی نے آج سے ایک سو نوے برس پیشتر محمد شاہ کے بعض امراء کے سروں کو اسی درخت پر ٹنگا تھا۔ اس وحشتناک نظارے کو دیکھکر میرے بدن سے روح نکل گئی۔ سکون و ثبات کی کوئی حالت زندگی کی کوئی امید مجھ میں باقی نہ رہی۔ پیروں میں ارتعاش پیدا ہو گیا۔ اسکے بعد اچانک بگل کی آواز آنی شروع ہوئی اور چشم زدن میں یہ فوج اپنی بندوقیں لیکر کابلی دروازے کی طرف چلدی اور ہمارے لئے رستہ خالی ہو گیا۔ ہم آگے بڑھے کچھ دور جا کر ایک گلی میں داخل

ہوئے یہاں لکڑیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ ہٹا کر دیکھا تو مکان کا دروازہ نمودار ہوا اور ہلکی سی روشنی نظر پڑی۔ ہم اندر داخل ہوئے ایک کمرے میں چند موم بتیاں جل رہی تھیں۔ وہاں کے رہنے والوں نے ہمیں دیکھکر خوشی کا اظہار نہ کیا۔ کمزور آوازوں سے ہمیں خوش آمدید کہا گیا۔ مگر جب انگریزی زبان میں کچھ بات چیت ہوئی تو دونوں فریقوں کو کچھ اطمینان ہوا اور ہم سمجھ گئے کہ یہ بدبخت بھی ہماری طرح پناہ گیر ہیں۔ یہ تمام جماعت ہمارے ہم وطن انگریزوں کی تھی۔ ایک ایرانی نے انسانیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے باوجود باغیوں کے اندیشے کے اپنے گھر کے کھنڈر میں ان کو پناہ دے رکھی تھی۔ یہہ غریب برہنہ اور نیم عریاں حالت میں یہاں چھپے ہوئے تھے۔ کوئی ایسا نہ تھا کہ جسکا باپ بھائی یا بیٹا اس جنگ میں کام نہ آیا ہو۔ میرے خیال میں اُن کی مجموعی تعداد بیس سے زیادہ نہ تھی۔ میں نے ان لوگوں میں ایک نوجوان عورت کو جو اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی انتخاب کیا اور اس کے پاس بیٹھ گئی اُس کے بچے کو دیکھکر مجھے اپنا گم شدہ بچہ یاد آیا اس عورت نے بھی میرے واقعات سُنکر میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔ میری لڑکی اور وہ انگریز لڑکا میرے برابر ہی بیٹھ گئے۔ وہ دو مجروح عورتیں ایک کونے میں بیٹھ گئیں۔ میرا خاوند پشیمانی کے عالم میں ایک مجرم انسان کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ میں اسکا مقصد خوب سمجھتی تھی۔ اس کے انفعال اور شرمساری کا سبب یہ تھا کہ اس نے اس عالمگیر بغاوت میں اپنی قومی حمیت کا ثبوت نہیں دیا۔ میں دیوانوں کی طرح اپنی جگہ سے اُٹھی اور اس مکان میں جسقدر سوئے ہوئے بچے تھے انہیں دیکھا

لیکن وِیل کا سراغ نہ ملا مگر اس گردش کا اسقدر فائدہ ضرور ہوا کہ ان پناہ گزینوں میں ایک عورت اس انگریز لڑکے کے عزیز و اقارب سے واقف تھی۔ چنانچہ یہ لڑکا اس عورت کی محافظت میں چلا گیا اور ہم ایک بڑی ذمہ داری سے سبکدوش ہو گئے ان دو عورتوں نے بھی اپنے شناسا پیدا کر لیئے اور رخصت کے وقت ہم سے الوداعی ملاقات بھی نہ کی۔ یہ مقولہ بالکل سچا ہے کہ آدمی انتہائی مسرت اور کامیابی میں سخت مصیبت اور تکلیف میں اپنے سواد و سرول کی حالت سے غافل ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک قسم کی آسائش اور اطمینان کا احساس کیا کیونکہ اس سے بیشتر غیروں کی پریشانی ہم کو زیادہ پریشان کرتی تھی۔ دوسروں کے غم کے ساتھ اپنی مصیبت بھی اُٹھانی پڑتی تھی۔ گھاس کے ایک ڈھیر پر جو اس مکان میں پھیلا ہوا تھا ہم لیٹ گئے مصیبت کے بعد یہ مختصر سی آسائش بھی ہمارے لئے غنیمت تھی۔

مہاوت کا ابھی تک پتہ نہ تھا۔ میرے بچے اور دایا کا کوئی سراغ نہ ملا تھا۔ اور میری پریشانی کو سنکر میرے خاوند نے اس طرح تسلی دی کہ وہ ہندو عورتیں جو ہمیں یہاں لیکر آئی ہیں ہمارے آنے کی اطلاع مہاوت کو دینگی۔ خدا نے چاہا تو عنقریب وہ یہیں ہم سے آکر ملے گا۔ وہ ایرانی جس نے قربۃ الی اللہ ہمیں موت کے پنجے سے چھڑایا تھا روزانہ دو مرتبہ پانی کے قرابے اور دو پلاؤ کی دیگیں ہمارے لئے بھیجتا تھا۔ ہمارے ساتھی بھوک کے سبب سے دیگ کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اُچھل پڑتے تھے اور پہنچوں تک

ہاتھ دیگ میں ڈالکر بے تابی سے کھانا شروع کر دیتے تھے یہ معاملہ یقیناً کراہیت اور نفرت کا باعث تھا۔ مجبوراً میرے خاوند نے انہیں سمجھایا کہ بدبختی کے زمانے میں بھی ہمارے کام خوش قسمتی کے زمانے کی طرح مرتب ہونے چاہئیں۔ مہذب آدمیوں کو خواہ وہ ذلت کے گوشوں میں چھپے ہوئے ہوں یا عزت کے آسمان پر جلوہ فرما ہوں لازم ہے کہ رسوم انسانیت اصول تمدن اور آداب تہذیب کو ہاتھ سے نہ دے۔ اخوت کے مراسم ہمدردی کے اصول کو ہر جگہ ملحوظ رکھا جائے۔ تم سب کے سب اس غذا میں برابر کے شریک ہو ایک آدمی کو انتخاب کر لو جو ہر ایک چیز کو مساوی طور پر تقسیم کر دے تاکہ ہر ایک آدمی اطمینان سے اپنی غذا کھا سکے۔ بعض لوگوں نے میرے خاوند کے خیال کی مذمت کی مگر بعض اس کی تائید و تصدیق کے لئے تیار ہو گئے۔ میرے خاوند نے دو لکڑی کے ٹکڑوں کو جیبی چاقو سے چمچو کی طرح تراشا اور اُسکے ذریعہ سے حاضرین میں کھانا تقسیم کیا جانے لگا۔ اس طرح کی زندگی تین دن تک بسر کی۔ ابتدا میں اگرچہ میرے خاوند کا فیصلہ ناگوار معلوم ہوا مگر آخر کار اُس کے خوش گوار فوائد ہر ایک آدمی کو برابر پہنچنے لگے اور ہم لوگ انسانوں کی طرح اطمینان سے بیٹھکر اپنی غذا کھانے لگے گفتگو کا سلسلہ بھی جاری ہو گیا۔ ایک دوسرے کو اپنی مصیبت کے قصے اور اپنے متعلقین کی موت کے دردناک واقعات سنانے لگا۔ زیادہ تر تعجب اس بات پر تھا کہ اس جماعت میں تمام تر عورتوں کی تعداد تھی۔ ہمارے آنے سے دو گھنٹے پہلے داروغہ شہر یہاں

آیا تھا۔ دو چار آدمیوں کو جوان عورتوں کے ساتھ تھے لیجا کر قتل کرڈالا۔ اگر دو گھنٹے پہلے ہم یہاں آجاتے تو یقیناً میرا بدنصیب خاوند بھی موت کا شکار ہو جاتا۔ صرف مردوں کو قتل کر دینا اور عورتوں کو چھوڑ دینا کچھ رحم مردانگی اور جوانمردی پر موقوف نہ تھا بلکہ ہندوستانی عموماً انگریز مرد اور عورتوں سے برابر نفرت کرتے تھے مگر داروغہ شہر نے اپنی دور اندیشی کی بناپر شہر کے ہر کونے سے مردوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کروا ڈالا تھا مگر عورتوں کو فائدے کے خیال سے زنارہ چھوڑ دیا تھا کہ انگریزوں کے غلبہ کی صورت میں عورتوں کو بہت زیادہ خوبہا لیکر ان کے متعلقین کے حوالے کر دیا جائے۔

گیارہ اور بارہ مئی کی بہ نسبت تیرہ تاریخ کو قتل وغارت کے واقعات کم ظہور پذیر ہوئے۔ انگریزی عورتوں سے زیادہ تعرض نہ کیا جاتا تھا صرف مردوں کو گرفتار کرکے دیوان خانے میں بھیجدیا جاتا تھا جہاں فوجی عدالت میں مختصر سی تحقیق کے بعد ان کے قتل کا حکم جاری ہو جاتا تھا۔ داروغہ شہر کا حسب ذیل اعلان شہر کے درو دیوار پر چسپاں تھا۔

اعلان شاہی

جہاں پناہ ظالم انگریزوں کو دفع کرنے کے بعد تخت طاؤس پر جلوس فرما ہوئے ہیں حکومت کی

طرف سے یہ منصفانہ قانون صادر کیا جاتا ہے کہ
انگریزوں کے قتل و غارت کو موقوف کیا جائے
تمام معاملات اس کے بعد عدالت عالیہ کے سپرد
کئے جائیں گے۔ جہاں بجز عدل و انصاف کے
کسی پر ظلم وستم نہ کیا جائے گا۔

اسکے بعد معلوم ہوا کہ ان انگریزوں کو جو گیارہ اور بارہ تاریخ کو گرفتار کیئے گئے تھے سرکار میں پیش کیا گیا۔ فی الفور قتل کا حکم دیدینا بظاہر بربریت اور بے رحمی پر محمول کیا جا سکتا تھا اس لیئے نمائشی طور پر فوجی عاملین کی ایک مجلس مرتب کی گئی اور بعد کو مختصر تحقیقات کے بعد ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا گیا۔

دھلی کا نود سالہ بادشاہ جسکو ہندوستان کی حکومت کیلئے دوبارہ انتخاب کیا گیا تھا برائے نام تھا دراصل اسکا ایک بیٹا مرزا مغل دھلی میں خونریز حکومت کر رہا تھا۔ داروغہ شہر انگریزی حکومت کی طرف سے بھی اپنے اسی عہدے پر مامور تھا مگر ہندوستانیت کی بنا پر دہلی بالکل اُسکے قبضے اور تسلط میں تھی۔ اور مرزا مغل کے حکم سے ہر ایک پناہ گزین انگریز کو گرفتار کرا کر پہلے اسلام اسپر پیش کیا جاتا تھا اگر وہ عیسائیت کو چھوڑ کر حلقہ بگوش اسلام ہونا پسند کر لیتا تھا تو امان ملجاتی تھی اور جو مرجانے کو تبدیل مذہب پر فوقیت دیتا تھا اسکو ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ افسوس کے ساتھ بیان کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے ہم وطنوں کی ایک کثیر جماعت نے اس بے عزتی کو گوارہ کیا اور مسلمانوں کے خوف سے تبدیل مذہب پر تیار ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ہم نے پانچ دن

اس مکان میں بسر کئے۔ جسم اور کپڑوں کی کثافت اور مکان کی گندگی ہر ایک مصیبت سے زیادہ مجھے تکلیف پہنچا رہی تھی گرم ہوا نے ہمارے جسم کو عرق آلودہ کردیا تھا جس سے لباس میں تعفن اور کھجلی پیدا ہوگئی تھی۔ اگرچہ روپیہ ہمارے پاس موجود تھا مگر کپڑا خریدنا ہر صورت سے ہمارے لئے ناممکن تھا۔ لہذا جان و مال کی حفاظت کے لیئے بجز خاموشی کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ اس پریشانی میں ہماری خوشی کا ایک یہ پہلو پیدا ہوگیا کہ یہاں کی گرم فضا نے ہماری لڑکی کی تندرستی پر غیر معمولی اثر کیا اور اس کی سکوت و خاموشی جس سے اس کی ہلاکت کا اندیشہ تھا گریہ وزاری میں تبدیل ہوگئی ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ ہماری بیٹی ہلاکت اور دیوانگی سے بچ گئی۔

بغیر کسی مبالغے اور مادری محبت کے میں اپنی لڑکی کو صاحب الرائے اور دور اندیش سمجھتی تھی۔ مصیبت کے وقت ہمیں وہ اکثر صحیح رائے دیا کرتی تھی۔ چنانچہ اس موقع پر بھی گریہ وزاری سے فارغ ہونے کے بعد اس نے ہماری آزادی اور فرار کے متعلق اپنے باپ سے گفتگو کی۔ اسکا خیال تھا کہ اس تنگ و تاریک گوشے سے جسقدر جلد ہوسکے باہر نکلنا چاہیئے۔ کیونکہ اگر وارونہ شہر کو ہماری موجودگی کا علم ہوگیا تو یقیناً میرے باپ کو اور انگریزوں کی طرح قتل کردیا جائے گا۔ اس لئے کسی صورت سے دھلی کو ترک کرکے انگریزی کیمپ میں پہنچ جانا چاہیئے۔ میرے خاوند نے کہا کہ میں دو روز سے اسی خیال میں منہمک ہوں اور انشاء اللہ آج رات کی تاریکی میں یہاں سے نکلکر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاؤنگا اگرچہ یقین ہے

کہ باغیوں نے ہمارے گھر میں کوئی چیز نہ چھوڑی ہوگی۔ مگر پھر بھی کچھ ضروری اشیا کا وہاں دستیاب ہو جانا ممکن ہے۔ اور اسکے بعد ہم خشکی یا دریا کے راستے سے آگرے پہنچنے کی کوشش کرینگے۔ میری لڑکی نے اس رائے کی تائید کی اور میں بھی اس تجویز میں اس کی ہم خیال ہوگئی اور ہم نے متحد ہوکر روانہ ہونیکا فیصلہ کر لیا۔ میرے خاوند کا خیال تھا کہ جہاوت بھی ہمارے قدیم مکان میں موجود ہوگا۔ میری لڑکی کو ابھی امید تھی کہ بارود خانے کے جل جانیکے بعد ولیم ہڈ اسی مکان میں ہمارا منتظر ہوگا۔ میں نے بھی نیک فال کے طور پر اپنے خیالات کو اسطرح ظاہر کیا کہ مجھے امید ہے میرا بچہ معہ اپنی دایہ کے وہیں موجود ہو گا اسکے بعد ہم خاموش ہو گئے اور اپنے معاملات کو قدرت کے حوالے کر دیا

تا ببینم کہ از پردہ چہ آید بیروں۔

وہی ہندو عورت جو ہمیں یہاں لیکر آئی تھی مجھے نظر پڑی۔ میں نے جہاوت کے متعلق اس سے دریافت کیا۔ عموماً ہندوستانی عورتیں جو انگریزوں کے ہاں ملازمت کرتی ہیں کچھ انگریزی سے واقف ہو جاتی ہیں مگر آسان جملوں کے علاوہ نہ کچھ سمجھ سکتی ہیں نہ سمجھا سکتی ہیں۔ اس ہندو عورت کے زبانی صرف اسقدر معلوم ہوسکا کہ جہاوت گرفتار ہو گیا ہے۔ اور اشاروں سے یہ بھی بتایا کہ اسکو پھانسی پر لٹکا دیا گیا۔

بدبختی اور مصیبت کے زمانے میں انسان بہت زیادہ خود غرض ہو جاتا ہے۔ مجھے اس حقیقت کے بیان کرنے میں شرم آتی ہے کہ ایک ایسے وفادار کے مرجانیکا ہم کو صرف اس لئے غم ہوا کہ اسکی

زندگی ہمارے لئے فائدہ مند تھی۔ اور ہماری مستقبل کی بہت سی امیدیں اسی مرنے والے کی جان سے وابستہ تھیں ہندو عورت نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے ہمیں گھر سے باہر نکلنے کا اشارہ کیا۔ ہم بے تامل اُسکے ساتھ ہولئے اور مکان کے دروازے کے باہر نکل آئے تو یہ عورت تیزی سے ہمارے آگے چلنے لگی اور ہم اُسکے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئے۔ اپنے مصیبت کے رفیقوں کو چھوڑ دینے کا کچھ افسوس ضرور ہوا مگر جدائی کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نظر نہ آتا تھا۔ اور یہ بھی ناممکن تھا کہ ہم اپنی روانگی سے ان لوگوں کو مطلع کرتے کیونکہ مصیبت کے وقت اپنی جان کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری ہے۔ جس طرح ایک ڈوبنے والے جہاز کے مسافر اپنی حفاظت کے لئے ایک دوسرے سے مشورہ نہیں کرتے اسی طرح اس حالت میں انسانی حقوق کی رعایت کرنا ہمارے لئے آسان نہ تھا ہر آدمی اپنی عقل کے مطابق اپنی خلاصی کی تدبیریں سوچتا ہے۔ اگر ہم بھی اپنے ارادوں سے اپنے مصیبت زدہ بھائیوں کو مطلع کر دیتے تو یہ تمام قافلہ ہمارے ساتھ ہو جاتا اور سلامتی کی موہوم امید بھی مایوسی سے بدلجاتی۔

گلی کی کشادہ ہواؤں نے ہمارے دماغ میں ایک نئی طاقت پیدا کردی۔ ہماری حالت بالکل اس آدمی کی طرح تھی جو قبر میں دفن ہونے کے بعد زندہ نکال لیا جائے۔ اسوقت ہم اپنی خوشی کا اندازہ بیان نہیں کرسکتے۔ اس پاکیزہ ہوا میں ہم اس عورت کے پیچھے چلے جارہے تھے۔ ایک ویران جگہ پہنچکر اس نے ایک عجیب قسم کی آواز پیدا کی

جس کے جواب میں اسی طرح کی دوسری آواز سنی گئی اور اس کے بعد ہی چار سفید پوش ہندوستانی ایک بوسیدہ دیوار کے پیچھے سے نکلکر ہمارے سامنے آئے۔ کیونکہ مسلسل واقعات نے میرے دل کو بے انتہا حساس بنا دیا تھا اس لئے ان چار آدمیونکو دیکھکر ہم بے انتہا متحیر ہوئے۔ یہ چاروں ابھی ہم سے قریب نہ ہوئے تھے کہ ہم نے بالاتفاق چلاکر کہا کہ ہمارا "ولیم" اور میری لڑکی فوراً اس سے ہم آغوش ہو گئی۔ وہ ولیم جس کے متعلق ہمارا خیال تھا کہ بارود خانے میں جلکر ہلاک ہو گیا ہے۔ ہمارے سامنے صحیح سالم کھڑا ہوا تھا۔ گفتگو اور گذشتہ واقعات کے بیان کرنیکا یہاں موقع نہ تھا۔ میری لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے وہ آگے بڑھا اور ہم کو پیچھے آنیکا اشارہ کیا۔ تھوڑے فاصلے پر ایک سنسان گلی میں داخل ہوئے۔ چار گھوڑے وہاں تیار کھڑے ہوئے تھے۔ ہم ان پر سوار ہوئے اور کلکتہ دروازے کی طرف روانہ ہوگئے کلکتہ دروازے کا محافظ ولیم کا دوست تھا ہمارے پہنچتے ہی دروازہ کھولدیا گیا۔ جب ہم جمنا کے پل کو عبور کر رہے تھے تو پیچھے سے بندوقوں کی باڑ کی آواز آئی۔ کچھ گولیاں ہماری طرف آئیں۔ ولیم نے چلا کر کہا کہ میرے ہندوستانی دوستوں نے آخر اپنی بدنیتی کا اظہار کر ہی دیا۔ لیکن حسن اتفاق سے ہم زندہ سلامت پل سے گذر گئے اگرچہ دوران راہ میں مفصل گفتگو کرنے کا موقع نہ تھا تاہم ولیم مجملاً اپنی نجات کے واقعات ہمیں سنا رہا تھا۔ جرنل کرو اور انگریزی فوج جرنل برنارڈ کے منتظر تھے تاکہ یہ دونوں افسر مجموعی طور سے باغیونکو دھلی سے نکالنے کی کوشش کریں۔ ولیم بھی جرنل کرو کے مورچہ

میں پناہ گزیں تھا اور ہر رات لباس بدلکر دو تین ہندوستانی سپاہیوں کے ساتھ شہر میں آیا کرتا تھا اور ہماری تلاشش کیا کرتا تھا مگر ہم ایسی جگہ پوشیدہ تھے جہاں سے ہماری خبر ملنی کم و بیش ناممکن تھی۔ اس کے بعد ولیم ہمارے قدیم مکان میں ہماری تلاشش کے لیے گیا۔ اور حسن اتفاق سے مہاوت وہاں اس سے ملاقی ہوا جو ہمارے فرار کا سامان کر رہا تھا۔ مگر ہر قسم کے سامان مہیا ہو جانیکے بعد ہندوستانی اس کی نیت سے واقف ہو گئے تھے اور داروغہ شہر نے بغیر کسی تحقیق کے اسے پھانسی پر لٹکا دیا اگرچہ مہاوت ہمارے ساتھ انتہا درجہ کی وفاداری اور نمک حلالی سے پیش آیا مگر ہم کو اس کی موت پر ماتم کرنیکا زیادہ موقع نہ تھا فقط چند افسوس کے جملے ہماری زبان سے ادا ہوئے۔ اور ہم دوبارہ اپنی تحفظ اور سلامتی کے خیال میں مصروف ہو گئے۔

بیجا نہ ہوگا اگر اس سلسلے میں صنف نازک کے بخل و حسد کے متعلق کچھ بیان کروں۔ میری لڑکی اور داماد بڑے اطمینان سے ہمارے آگے آگے چل رہے تھے اور گفتگو میں اسقدر منہمک تھے کہ میرے سوالات کے جواب بھی صحیح نہ دیتے تھے۔ اس حالت کو دیکھکر مجھپر بخل و حسد کا اسقدر غلبہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ کاش ہم اسی تنگ و تاریک مکان میں گرفتار رہتے اور یہ شفقت اور مہربانی ان میں نہ دیکھتے۔ آخر کار میں ولیم کے قریب پہنچی اور تند مزاجی سے اُس کے بازو ہلاتے ہوئے پوچھا کہ میرے بچے اور اسکی دایہ کی بھی تم کو کچھ خبر ہے تو اُس نے مجھے اس کی زندگی کی خوشخبری دی

اور بتایا کہ تمہارے قدیم مکان میں وہ دونوں تمہارے منتظر ہیں
اس بات کو سنکر میں مصیبتیں بھول گئی اور میرا غم خوشی سے تبدیل
ہوگیا۔ بغیر کسی دوسرے کی امداد کے میں نے اپنا گھوڑا دوڑایا اور اپنے
بچے کی ملاقات کی امید میں بیتابی سے روانہ ہوئی۔ وہی مقام جہاں
بغاوت سے پہلے بیس برس تک ہم نے آرام کی زندگی بسر کی تھی۔ اب
بالکل ویران ہوگیا تھا۔ مکان اس طرح برباد ہوا تھا کہ میں اُسکے مراتب اور
گوشوں کو بھی اچھی طرح نہ پہچان سکتی تھی۔ اندر جانیکے راستے بھی نظر نہ آتے
تھے ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا کسی قسم کی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ آخرکار
میں باہر ہی کھڑی ہوگئی اور اپنے ہمراہیوں کے پہنچنے کا انتظار کرنے لگی
وہ پہنچے تو ہم سب گھوڑوں سے اترے اور ولیم کے ساتھ گھر میں
داخل ہوئے۔ یہ مکان بالکل کھنڈر ہو گیا تھا باغیوں نے اُس کے
در و دیوار کو زیر و زبر کر ڈالا تھا۔ پودے اور درختوں کا نشان تک نہ تھا
ہم آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ہم پر غیر معمولی خاموشی چھائی ہوئی
تھی۔ بڑی احتیاط سے ہم اس جگہ پہنچے۔ جہاں کچھ روز قبل ہماری
شاندار عمارت کھڑی ہوئی تھی۔ سوائے جانوروں کی آوازوں کے
اور پیروں کی آہٹ کے اور کسی قسم کی آواز نہ آرہی تھی۔ جب ہم کھنڈر کے
بہت قریب پہنچے تو غمگین آواز ہمارے کانوں میں آئی جسکو سنکر میرا
دل دھڑکنے لگا۔ میرے خاوند اور داماد نے طمنچے نکال لئے دیکھا تو درختوں
کے سائے سے نکلکر ہمارا وفادار ہاتھی ہمارے قریب آیا۔ ہم نے اُسے
چمکارا اور اس نے اپنی سونڈ سے ہمیں سلام کیا۔ ہمارے باغ کے
ایک درخت میں مہاوت کو لٹکا کر پھانسی دی گئی تھی اور ابھی تک سکا بیجان جسم

اسپر لٹکا ہوا تھا - وفادار ہاتھی اپنے مہاوت کے بیجان جسم سے دُور نہ ہوتا تھا اور درندوں کو اُسکے جسم کے قریب جانے نہ دیتا تھا۔

ہاتھی کے متعلق بعض عجیب و غریب واقعات بیان کیئے جاتے ہیں۔ یہ عدیم الجثہ جانور تمام جانوروں سے زیادہ ادراک اور شعور رکھتا ہے انسانوں کی طرح اچھائی اور برائی دشمنی اور محبت کا احساس رکھتا ہے۔ خوشی میں شریک اور دشمنی میں رفیق۔ سلوک کو کبھی فراموش نہیں کرتا۔ ہمارا ہاتھی بھی بچپنے سے ہم لوگوں سے مانوس تھا۔ دوہزار روپیہ سے زیادہ اس کی قیمت تھی مہاوت کے مارنے کے بعد باغیوں نے اُسکو پکڑنے کی بہت کوشش کی۔ مگر اسپر قادر نہ ہو سکے۔ مکان میں پہنچکر ولیم نے اپنے دو تین ہندوستانی ہمراہیوں کو باہر پہرے کیلئے بھیجدیا۔ اس کے بعد اُس نے سیٹی بجائی اور ایک منہدم کمرے سے روشنی نظر آئی۔ اس روشنی کی طرف ہم بڑھے اسوقت میں صرف اپنے بچے کی متلاشی تھی۔ اندر پہنچکر اُس کو سویا ہوا پایا۔ میں اُسے آغوش میں لینے کے لئے دوڑی مگر دایہ نے بتایا کہ وہ ابھی سویا ہے اسکو نہ جگاؤ۔ میں بچے کے قریب بیٹھ گئی اور خدائے تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کیا۔ دایہ نے اپنا واقعہ اس طرح بیان کیا کہ اس رات کو باغیوں کے فتنہ و فساد پر نظر کرتے ہوئے مجھے یقین ہو گیا کہ تم لوگ ہلاک ہو گئے۔ تمہارے بچانے کی تو مجھ میں طاقت نہ تھی اس لئے اس بچے کو لیکر بھاگ آئی مگر ولیم ہڈ کو اپنی جائے رہائش سے مطلع کر دیا تاکہ اگر تم زندہ بچو تو میں تمہارا بچہ صحیح سالم تم تک پہنچادوں۔ آج صبح مجھے تمہارے آنے کی اطلاع ملی۔ چنانچہ میں تمہاری امانت اسوقت تمہارے حوالے کرتی ہوں۔

ہم نے ہندوستانی لباس زیب تن کیا اور ہاتھ پیروں پر بھی ایک قسم کا زرد رنگ مل لیا تاکہ ہمارے جسم کا رنگ ہندوستانیوں سے مشابہ ہوجائے اور کچھ سامان جو پہلے سے ولیم ہڈ نے جمع کر رکھا تھا دو خچروں پر لادا گیا اور ہم نے اپنی زندگی ولیم ہڈ کے حوالے کر دی اپنی زندگی کی کشتی کا ناخدا اُسے فرض کیا۔ اپنی حرکت و سکون کے تمام اختیارات اُسے دیدیئے۔ جب سامان لد چکا تو ولیم نے ہمیں سوار ہونے کا اشارہ کیا اور کہا کہ یہاں سے پانچ میل دریائے جمنا کے کنارے پر تمہیں پہنچنا ہے۔ جہاں ایک گنجان جنگل ہے وہاں ایک کشتی بان ملے گا جو تمہیں دریا کے راستے سے آگرہ پہنچا دیگا۔ خدا حافظ میں پھر اپنے مورچہ پر جا رہا ہوں۔ اور انشاء اللہ جبتک زندہ ہوں انگریزی حکومت کے تحفظ کیلئے زندہ رہونگا۔ اور جب مرونگا تو انگریزی قوم کی آبرو کیلئے مرونگا۔ ابھی تک ولیم نے اپنے ارادہ سے ہمیں مطلع نہ کیا تھا اور ہمارا خیال تھا کہ اسکے بعد وہ ہم سے جدا نہ ہوگا میری لڑکی اس کی جدائی کے خیال سے رونے لگی۔ ولیم بھی عجب مصیبت میں گرفتار تھا۔ ایک طرف وہ ہمارے ساتھ رہنا پسند کرتا تھا دوسری طرف قومی حمیت اس کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اپنی حکومت کی مصیبت میں امداد نہ کرے اور فوج سے اسقدر دیر تک غیر حاضری بھی خلاف قانون تھی۔ مگر اپنی بیوی کی عزت کے خاطر اس نے اس قدر قانون شکنی کو گوارا کیا۔ لیکن میری لڑکی اس سے جدا ہونے پر کسی طرح تیار نہ تھی۔ مگر افسوس ہے کہ ولیم بھی اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک پہرہ دار نے آکر اطلاع دی کہ دہلی کی طرف سے ایک

فوجی دستہ ادہر آرہا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسرے آدمی نے
آکر بتایا کہ ہمارے مکان کا محاصرہ کرلیا گیا ہے ایسی صورت میں ولیم
کا انگریزی مورچے تک پہنچنا ناممکن تھا۔ ہم فرار کے لئے پہلے ہی تیار
ہو چکے تھے اس لئے میرٹھ کی طرف جہاں ابھی تک یہ نووارد سوار
نہ پہنچ سکے تھے۔ ہم بڑی سرعت سے روانہ ہوگئے۔ میرے بچے کو
میرے خاوند نے اپنی گود میں بٹھا رکھا تھا اور ہم اس راستے سے گزر
رہے تھے جہاں کچھ عرصہ پہلے ہمیں ایک ہندوستانی فقیر ملا تھا
جس نے ہماری بربادی اور مصیبت کی پیشین گوئی کی تھی۔ روانہ
ہونے کے بہت دیر بعد تک ہمارے کانوں میں ہاتھی کی آوازیں
آتی رہیں جو غالباً ہماری جدائی پہ اظہار افسوس کر رہا تھا۔

ولیم ہڈ کی ترتیب کے مطابق ہم اسی گنجان جنگل میں پہنچے اور
کچھ روشنی جلائی جسکے دیکھنے کے بعد ہی ایک شخص درختوں کے جھنڈ سے
نکلا اور ہمیں چھوٹی سی کشتی کی طرف لے گیا اور ہم سب کے سب ایک
چھوٹے سے سائبان کے نیچے جو سرکنڈوں سے کشتی پر بنا ہوا تھا بیٹھ گئے

دہلی سے آگرہ کا فاصلہ ستر فرسنگ (۲۴۵ میل) ہے ہم چھے دن
میں وہاں پہنچے۔ دن بھر ہم سفر کیا کرتے تھے اور راتوں کو آبادی
سے دُور ٹھیر جایا کرتے تھے۔ دن کی تکالیف کے مقابلے میں رات کا
آرام ہمارے لئے غیر معمولی نعمت تھا جسقدر ہم مسافت طے کرتے تھے
بغاوت اور انقلاب کے اثرات زیادہ سخت نظر آتے جاتے تھے۔

فوجیں اکثر سڑکوں سے گذرتی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اکثر ایسا ہوا کہ دن
کے وقت باغیوں نے ہمارے ملاح کو کشتی کنارے لانے کے

لئے مجبور کیا مگراس نے کوئی پروا نہیں کی اور یہ ایک غیر معمولی اتفاق تھا کہ اس کشمکش میں کوئی گولی ہم کو نہ لگی تھی۔ کیونکہ ہم کشتی میں اس طرح چھپے ہوئے تھے کہ باہر کے دیکھنے والے ہم کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ ساتویں روز شام کے قریب ہم دریا کے بائیں ساحل پر ٹھیرے ڈوبتے ہوئے آفتاب کی کرنیں آگرہ کی مسجدوں کے میناروں پر چمک رہی تھیں اور تقریباً تین میل کے فاصلے پر تاج محل کے دلفریب مینارے نظر آرہے تھے جہاں اس وقت انگریزی فوج کا قبضہ تھا۔ جہاں ہم ٹھیرے تھے وہاں اور بھی بہت سی کشتیاں لنگر انداز تھیں۔ میرے داماد نے ملاحوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ دہلی کی طرح آگرے میں بھی بغاوت کا زور ہے۔ انگریز الہ آباد سے کمک آنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

اب ہم اپنے معاملے میں حیران تھے۔ اگر ہم شہر میں جانا چاہتے تو انگریزی کیمپ کا راستہ ہمیں معلوم نہ تھا اور اگر دریا کے کنارے ہی پر اقامت کرتے تو ہماری حفاظت ناممکن تھی آخر کار ہم نے اس شاہ راہ کی طرف روانہ ہونے کا ارادہ کیا جو الہ آباد کی طرف سے آگرے پہنچتی تھی اس امید میں کہ شاید کوئی انگریزی دستہ ہمیں راہ میں مل جائے مگر راستہ طے کرنے کے لئے ہمارے پاس کوئی سواری نہ تھی اس لئے ہم نے بزراہ دریا کانپور جانے کا ارادہ کیا جہاں پر جنرل وہیلر ابھی تک قابض تھا مگر ملاح اس طرف چلنے کے لئے تیار نہ ہوا کیونکہ آگرے سے

اس طرف اس نے کبھی کشتی رانی نہیں کی تھی۔ ہم نے پانچسو روپیہ پر ایک اور کشتی خریدلی اور آفتاب کے نکلنے سے پہلے ہی آگرے سے بہت دُور فاصلے پر پہنچ گئے۔ راہ میں بہت سے ہندوستانی کشتی ران ہماری رہبری کے لئے تیار بھی ہوئے مگر میرا داماد اس پر راضی نہ ہوا۔ کیونکہ ان کی صورتوں سے سچائی کا اظہار نہ ہو رہا تھا۔

میں اپنے متعلقین کو اسقدر تکلیف دینا پسند نہ کرتی تھی۔ رات دن کشتی چلانے کی تکلیف برداشت کریں۔ چنانچہ میں نے دو ملاحوں کو ملازم رکھنے پر اسرار کیا جن کی صورت سے سچائی اور وفاداری کی علامتیں نظر آرہی تھیں۔ میں ہندوستانیوں کی اصل فطرت سے واقف نہ تھی۔ اور ظاہر پر ان کے باطن کا اندازہ لگایا کرتی تھی۔ مگر میرا خاوند بڑی کراہیت سے ملاحوں کو ملازم رکھنے پر راضی ہوا اور انہیں مہادیو کی قسم دی کہ ہمارے ساتھ خیانت اور عہدشکنی نہ کرینگے۔ اس دیوتا کی برہمن پرستش کرتے ہیں ہمیں اسکا علم نہ تھا کہ یہ ملاح ہندو ہیں اور ان کے دیوتا برہمنوں کے دیوتا کے علاوہ ہوتے ہیں۔ اور اس کی بھی ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ ملاح ہندوستان میں دریائی چور مشہور تھے۔ جس کی تفصیل آئندہ بیان کی جائے گی۔

مختصر یہ کہ ہم بڑے اطمینان سے اپنی منزل مقصود کیطرف روانہ ہوئے۔ قلعہ کے قریب پہنچکر ہم نے تھوڑی دیر توقف کیا اس امید میں کہ شاید انگریزی سپاہی ہمیں دیکھ لیں اور ہم قلعہ میں داخل ہو جائیں۔ مگر قلعہ کی طرف سے کوئی امید کی صورت نظر نہ آئی۔ اور آفتاب کے نکلنے کے خوف سے ہم آگے

کو روانہ ہو گئے۔ اس کشتی میں پہلی کشتی سے زیادہ آرام پہنچا کیونکہ اس کے اوپر کا سائبان بھی کشادہ تھا جہاں ہم کپڑے بدل سکتے تھے کہیں کہیں میرا خاوند اور داماد کنارے پر جاکر کچھ شکار کر لاتے تھے اور ہماری غذا کے لئے اس طرح گوشت اور کباب مہیا ہو جاتے تھے آگرے سے کانپور تک ستر گھنٹے کا راستہ تھا مگر یہ ہندو ملاح ہمیں آہستہ لیجا رہے تھے۔ دوسری رات کو اچانک ہماری کشتی ساحل کے کنارے پر ٹوٹ گئی اور پانی کشتی میں بھر آیا۔ ہم بڑی جلدی کنارے پر پہنچے اور کچھ لباس اور ضروری چیزیں بمشکل تمام غرق ہونے سے بچا سکے۔ میں نہ سمجھ سکتی تھی کہ اس مخصوص جگہ پر کشتی کے ٹوٹنے کا سبب کیا ہے۔ آخر کار دریا کے کنارے سے ہم ایک بے برگ و بار جنگل کی طرف بڑی مشکل سے پہنچے اور رات وہیں بسر کی۔ درندوں اور جنگلی جانوروں سے بچنے کے لئے ہم نے بہت سی آگ جلائی تھوڑا بہت کھانا کھا کر خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ طے پایا کہ ہر ایک شخص باری باری رات کے وقت پہرہ دے نگران حادثات اور مصیبتوں کی موجودگی میں نیند کس کو آ سکتی تھی۔ میں اس فکر میں گرفتار تھی کہ آئندہ ہمارے سفر کا سلسلہ کس طرح قائم رہے گا۔؟

میں بظاہر لیٹ گئی اور محض اس لئے کہ اور لوگ بھی مجھے دیکھکر آرام کیلئے آمادہ ہو جائیں سو گئی۔ میری لڑکی اور خاوند بھی غالباً اسی خیال سے لیٹ گئے۔ مگر کسی کی آنکھوں میں نیند نہ آئی کم سنی کے سبب سے صرف میرا بچہ آرام سے سو سکا۔

آدھی رات تک میرا داماد پہرے کے لئے مقرر ہوا بقایا وقت میں میرے خاوند کی باری تھی۔ اور ہمارے دو ہندوستانی ہمراہی جو دھلی سے ہمارے شریک سفر تھے اپنے لبادے بچھاکر سو گئے۔ ہمارے چاروں طرف آگ جل رہی تھی۔ ان ہندوؤں نے وعدہ کیا تھا کہ صبح کے وقت ہمارے لئے کشتی یا سواری کا انتظام ضرور ہو جائیگا۔ غرضکہ یہ رات میں نے اپنی آنکھوں میں گزاری مختلف خیالات سے اپنے دل کو تسلی دینی چاہی۔ اپنے بیکس ہمراہیوں کی حالت زار پر نظر کی۔ آخر کار آدھی رات کے بعد میرے خاوند کی باری آئی اور ولیم آکر لیٹ گیا۔ میں بظاہر آنکھیں بند کئے پڑی تھی گویا ان کے آنے جانے کی بالکل اطلاع نہ تھی۔ رات کی ابتدا سے اس وقت تک میں نے سونے کی بارہا کوشش کی مگر اس وقت جبکہ میرے خاوند کی باری تھی اور اصولاً مجھے اُس کے ہمراہ جاگنا چاہیئے تھا مجھے نیند آنے لگی اور صبح کی ٹھنڈی ہواؤں میں مجھے بے اختیار نیند آگئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے یہ خواب دیکھا کہ کچھ لوگ ہمارا احاطہ کئے ہوئے کھڑے ہیں۔ میں سمجھی کہ یہ ہندوستان کی وہ مخصوص جماعت ہے جن کے مذہب میں خون کرنا ثواب کا کام ہے۔ اس خوفناک خواب کو دیکھکر گویا میرے جسم سے میری روح پرواز کر گئی ہے۔ اس دوران میں میرا بچہ رونے لگا اور میرے خاوند نے مجھے بیدار کیا تب کہیں جاکر میری جان میں جان آئی۔ اتفاق سے ہماری آگ بجھنے لگی تھی۔ میں نے آگ کو روشن کیا تو دیکھا کہ وہ دو ہندو قریب ہی سو رہے تھے اسوقت

مجھے خیال ہوا گویا یہ دونوں وہی آدمی ہیں جو ہمارے مال کو لوٹنے کیلئے ٹھگوں کی طرح ہمارے ساتھ ہیں۔ اس قسم کے واقعات کے بعد ہمارا سونا ناممکن تھا۔ ابھی آفتاب کے نکلنے میں تین گھنٹے باقی تھے صبح کی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ہم سب کے سب آگ کے چاروں طرف بیٹھ گئے اور اپنے سفر کے متعلق تجاویزیں سوچنے لگے۔ ولیم ہڈ نے جس کو عموماً ہندوستان کے شہروں کے راستے معلوم تھے بتایا کہ ابھی ہم کانپور سے آدھے فاصلے پر ہیں اور ہمیں چاہیئے کہ شاہ راہوں سے بچتے ہوئے سفر کریں کیونکہ باغی انگریزوں کو برابر مالی اور جانی نقصان پہنچا رہے ہیں۔ اُس وقت ہمیں افسوس ہوا کہ کشتی کے ٹوٹنے کے بعد ہم دریا کے دوسرے کنارے کی طرف کیوں نہ گئے کیونکہ وہ سمت اسطرف سے زیادہ محفوظ تھی مگر اس معاملے میں ہم بالکل بے اختیار تھے۔ کیونکہ کشتی کے ٹوٹنے میں ملاحوں کی بھی سازش تھی جو ہم کو غرق کر کے ہمارا مال حاصل کرنا چاہتے تھے۔

غالباً یہ لوگ ہندوستان کے مشہور ٹھگوں سے تعلق رکھتے تھے ان میں سے ایک آدمی تمام جماعت پر ریاست کرتا ہے اور باقی دھوکے اور فریب سے لوگوں کو مختلف تکلیفوں سے پکڑ کر قتل کرتے ہیں۔ بعض لوگ ان میں سے قبر کے کھودنے پر مقرر ہیں جو مقتولوں کے جسموں کو فوراً پوشیدہ کر دیتے ہیں۔ مارنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ریشم کے رومال سے مسافروں کا گلا گھونٹتے ہیں۔

میں نے اپنے لفاوند سے ٹھگوں کے متعلق اپنی بے اطمینانی کا اظہار کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ان لوگوں کے طریقے سے اچھی طرح واقف ہوں یہ لوگ دو بدو مقابلہ نہیں کرتے دھوکے سے قتل کر کے مارنا ان کا شیوہ ہے ابھی ہم اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے

کہ درخت کے سوکھے ہوئے پتوں میں کچھ پیروں کی آہٹ معلوم ہوئی ہم لوگوں نے فوراً اپنی بندوقیں سنبھال لیں۔ اچانک ایک جنگلی جانور درختوں سے نمودار ہوا۔ جس طرح ہم باغیوں سے پناہ لیتے پھر رہے تھے۔ اسی طرح یہ غریب جانور بھی شیروں سے پناہ لینے کے لئے ادھر آیا تھا۔

آخر کار آفتاب نکل آیا اور ابھی تک ہم متردد تھے۔ ولیم کا خیال تھا کہ ہم کو شارع عام سے چلنا چاہیئے۔ ممکن ہے راہ میں کوئی انگریزی فوج مل جائے۔ اور یہ بھی ممکن نہیں کہ ہندوستان میں ہر طرف باغیوں ہی کو کامیابی نصیب ہو۔ اس لئے اسکا احتمال ہے کہ الہ آباد کے قرب و جوار میں دہلی اور میرٹھ سے زیادہ امن و امان نظر آئے۔ رہا راستے میں ہندوستانیوں کا خوف تو ہم کسی بہانے سے یا کچھ دے دلاکر انہیں مطمئن کر دینگے اور بعض ضروری اطلاعات ان سے ہمیں ملتی رہیں گی اس کے علاوہ ان کے ذریعہ سے ہمیں کھانے پینے کا سامان اور ضروری اشیاء ملتی رہینگی مگر میرے خاوند کی رائے اس کے بالکل برخلاف تھی۔ بدگمانی کے سبب سے وہ ہندوستانیوں پر کسی قسم کا اعتبار نہ کرنا چاہتا تھا۔ اس بنا پر شارع عام سے احتراز کرتے ہوئے سفر کرنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ اور اسکی خواہش یہ تھی کہ ہم سندھ کی طرف مسافرت کریں۔ کیونکہ اس علاقے میں اس کے بعض ایسے ہموطن دوست تھے جو ہماری طرح نیل کی تجارت کیا کرتے تھے۔ اگر ہم وہاں پہنچ جاتے تو وہ یقیناً ہمیں پناہ دیتے۔

میں اپنے خاوند کی طبیعت پر پورا دخل رکھتی تھی۔ شریک زندگی

ہونے کی حیثیت سے میں نے کبھی اسکی مال و دولت عزت و ناموس میں خیانت نہ کی تھی۔ اس بنا پر میرا خاوند میری صداقت اور عقل پر پورا اعتبار رکھتا تھا۔ اس مجلس مشاورت میں مجھ سے بھی رائے طلب کی گئی۔ میں نے پہلے تو خدائے تعالیٰ سے معاونت اور امداد کی دعا کی۔ پھر بتایا کہ میرے خیال میں ہم کو دریا کے کنارے کنارے چلنا چاہیئے۔ ان سب نے میری رائے پسند کی مگر افسوس کہ خدا کی مرضی ہمارے ارادہ کے خلاف تھی اور ہماری قسمت میں بجز بربادی اور بدبختی کے کچھ نہیں لکھا ہوا تھا۔ کیونکہ اس راستے سے ہم کو سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر میں اپنے خاوند کی رائے پر عمل کرتی تو ممکن تھا کہ اسقدر مشکلات سے دوچار نہ ہونا پڑتا۔ اس غلطی کا مجھے ابتک احساس ہے۔ جب تک زندہ رہونگی اسکا احساس باقی رہیگا اگر میں اپنی نامناسب رائے پر عمل نہ کرتی تو یقیناً مجھے اپنے خاوند اور متعلقین سے ہاتھ نہ دھونا پڑتا۔

مئی کی اٹھائیس اور انتیس تاریخ آگئی اگر میں قیامت تک بھی زندہ رہوں تب بھی ان دو منحوس دنوں کو فراموش نہ کرونگی صبح ہونیسے پہلے ہم اپنی منزل سے روانہ ہوئے اور تمام دن دریا کے کنارے ریتیلے میدان کو طے کرتے رہے۔ کبھی کبھی گنجان جنگلوں سے بھی ہمیں گزرنا پڑتا تھا۔ مچھروں نے اور بھی ہماری مصیبت میں اضافہ کر دیا تھا۔ چھتری وغیرہ نہ ہونے کے سبب سے سخت ترین دھوپ کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ بڑی مشکل سے ایک گنجان جنگل میں پہنچے۔ یہاں ایک چورا ہا تھا ایک راستہ جنگل کی طرف چلا گیا

تھا۔ دوسری طرف دریا کا کنارا تا حد نظر آرہا تھا۔ تکان راہ نے بالکل معذور کر دیا تھا۔ میرا خاوند اور داماد کچھ ضروری سامان کو اُٹھائے ہوئے تھے اس بنا پر چلنے میں اُنہیں تکلیف ہوتی تھی۔ میں اور میری لڑکی نوبت بہ نوبت بچے کو گود میں لیتے تھے پیاس کے سبب سے یہ بچہ دریا کی طرف انگلیاں اُٹھاکر پانی مانگتا تھا۔ مگر میں اسقدر جرأت نہ کرسکتی تھی کہ اس نجس پانی سے اسے سیراب کروں۔ میں مخلوق پر اس لئے لعنت بھیج رہی تھی کہ ہمیں اس بدحالی میں مبتلا کیا۔ اگر ہم تمام دن اسی طرح مسافت طے کئے جاتے اور کہیں توقف نہ کرتے تو یقیناً میرا بچہ میری گود ہی میں ہلاک ہو جاتا۔

ہمارے دہلی والے مکان میں ایک فرانسیسی مصور کا شاہکار آویزاں تھا جسمیں ایک معزز خاندان کی بربادی کا نقشہ اس طرح کھینچ کر دکھایا گیا تھا کہ چند مصیبت زدہ آدمی اپنی شاندار عمارت سے سر جھکائے ہوئے باہر نکل رہے ہیں۔ باپ آگے آگے ہے ماں اور اس کا چھوٹا بچہ پیچھے پیچھے اور نوجوان لڑکا ایک چھوٹے سے چھکڑے میں کچھ سامان لادے ہوئے پیچھے پیچھے آرہا تھا۔ مجھے اس تصویر کو دیکھکر اکثر افسوس ہوا کرتا تھا۔ مجھے کیا علم تھا کہ ایک دن آنیوالا ہے جب ہماری بربادی کی بھی یہی صورت ہوگی

آخرکار ہم ایک انجیر کے درخت کے سائے میں بیٹھ گئے

ہندو اس درخت کی پوجا کیا کرتے ہیں۔ اس کا میوہ سرخ رنگ کا اور مزے دار ہوتا ہے۔ ہم نے کچھ انجیر بھی کھائے۔ میرا داماد

اپنی عزیز محبوبہ کی خاطر ہماری دلجوئی اور خاطر داری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرتا تھا۔ جہاں ہم کو رات بسر کرنی تھی اس جگہ کو اس نے صاف کردیا۔ آگ جلائی کہ مچھروں کے ہجوم کو بھی منتشر ہونا پڑا۔ اور درختوں کے پتے ہر طرف بچھا دیئے اور بڑے ادب سے ایلین اور مجھکو بیٹھنے کی اجازت دی میرا خاوند بندوق لئے ہوئے ادھر اُدھر پھر رہا تھا۔ برابر میں ایک میٹھے پانی کا چشمہ بھی نظر آیا۔ ظہر کے وقت ہم نے کچھ شکار کا گوشت جنگلی پھل کھا کر شکم سیری کی اور کچھ دیر کے لئے آرام کیا۔ جب دوبارہ چلنے کا ارادہ ہوا تو ہم کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ ہم صحیح طور سے فیصلہ نہ کرسکتے تھے کہ آیا ہم کو دریا کے کنارے چلنا چاہیئے یا سیدھے راستے پر۔

بہر حال جنگل میں شب باشی سے ہم اجتناب کرتے تھے کیونکہ انگریزی شعرا نے اُسکے نقصانات پر بہت کچھ زور قلم دکھایا ہے کہ جنگل میں زندگی بسر کرنا خطرناک ہے۔ آخر کار ہم نے برابر والی سڑک سے جو ایک نیستان سے ہوکر گذرتی تھی سفر کا ارادہ کیا۔ درندے اور ضرر رساں جانور ہندوستان میں بے انتہا ہیں۔ سانپ مختلف قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو تاگے کے برابر باریک۔ اسکے علاوہ اور بہت سے موذی جانور شیر۔ ہاتھی۔ بندر۔ گینڈا وغیرہ مسافروں کی خدمت اور مزاج پرسی کے لئے ہر وقت آمادہ رہتے ہیں اس کے علاوہ نجس تالاب اور دلدلیں جن کی عفونت نے آس پاس کی ہوا کو بھی مسموم کر رکھا ہے ہندوستان میں بکثرت پائی جاتی ہیں اور جن میں گر جانے کے بعد انسان کا نکلنا ناممکن ہے۔ اس لئے شام

ہونے سے پیشتر ہمارے لئے ضروری تھا کہ کسی گاؤں یا بستی میں پہنچکر پناہ لیں۔ یا کسی کشادہ فضا میں جہاں جھاڑ جھنکاڑ نہ ہو رات بسر کریں۔ دوران راہ میں ہم ایک جنگل سے نکلکر ایک ٹیلے کے قریب پہنچے جہاں ناریل کے درختوں کے جھنڈ کھڑے ہوئے تھے جہانتک نظر جاتی تھی سبزہ زار نظر آرہا تھا۔ بہت فاصلے پر ہندوستان کی مشہور شاہی سڑک نظر آرہی تھی اور جنگل کی انتہا پر ایک عظیم الشان شہر اُسکے مینارے مساجد کے گنبد نظر آرہے تھے ولیم نے قرینے سے بتایا کہ یہ شہر اناؤ ہے۔ میرے خاوند نے خدا پر بھروسہ کرتے ہو ۓ رات اسی آبادی کے قرب وجوار میں بسر کرنے کا مشورہ دیا۔ اگرچہ تمام ہندوستانی بغاوت میں شریک تھے مگر یہ امید بھی تھی کہ کوئی مہمان نواز اور ہمدرد آدمی اس آبادی میں ایسا دستیاب ہو سکتا ہے جو مسافر نوازی کے لئے آمادہ ہو سکے۔

بظاہر بغاوت کی علامتیں اس شہر میں نظر نہ آتی تھیں۔ اونٹوں کی قطاریں جنپر تجارت کا مال لدا ہوا تھا۔ ہاتھیوں کے ہودے جنپر مسافر بیٹھے ہوئے اطمینان سے راستہ طے کر رہے تھے۔ مال سے لدی ہوئی بیل گاڑیاں پالکیاں اور سوار اِدہر اُدہر گذر رہے تھے۔ فقیر دریوزہ گری میں مصروف تھے۔ عورتیں پانی کے گھڑے اُٹھائے ہوئے چشموں سے آرہی تھیں۔ بچے سڑک پر کھیل رہے تھے۔ ان تمام باتوں سے ثابت ہوتا تھا کہ بغاوت کا اس شہر میں زیادہ اثر نہیں ہے۔ میرا خاوند شہر کی عمارتوں کو دیکھکر نہایت اطمینان سے کہہ رہا تھا کہ ہماری مصیبتوں اور بدبختیوں کا زمانہ ختم ہو گیا

ان مسرت ناک جملوں کو سنکر ہمیں تسکین ہونی چاہئے تھی مگر پھر بھی فکر اور غم ایک لمحہ کے لئے بھی ہم سے جدا نہ ہوتا تھا۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آنیوالی مصیبتیں گذری ہوئی بلاؤں سے بہت بہت زیادہ ہیں تقریبًا سو گز آگے بڑھکر ہمیں ایک باغیچہ سا نظر آیا جس کا ایک سرا آبادی سے متصل تھا اور دوسرا شاہی سڑک سے ملا ہوا تھا۔ یہاں ایک بہت بڑا غول نظر پڑا جو بظاہر بھیڑ اور بکریوں کی طرح وہاں پھیلا ہوا تھا۔ ہم ابھی تک اندازہ نہ لگا سکتے تھے کہ یہ جماعت آیا ہماری مخالف ہے یا موافق۔ دشمن ہے یا دوست مگر یہ حقیقت تھی کہ ہمارے لئے ان سے بھاگنا ناممکن تھا مجبورًا ہم اسی طرف چلے خدا کی مہربانی پر بھروسہ کرتے ہوئے ہم جسقدر انکے قریب ہوتے تھے ہماری وحشت اور حیرت میں اضافہ ہو رہا تھا ایک عجب قسم کی آواز کانوں میں آرہی تھی جو نہ انسانی آواز سے مشابہت رکھتی تھی نہ حیوانات سے اور سخت بدبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی خدا کی پناہ جو نظارہ میں نے دہلی کے کوچوں میں دیکھا تھا وہی اس جنگل میں نظر آیا۔ غالبًا دو تین دن پہلے باغی اور انگریزوں کی یہاں جنگ ہوئی تھی بہت سے انگریز مقتول پڑے ہوئے تھے۔ باغیوں کی لاشیں غالبًا دریا میں ڈالدی گئی تھیں یا دفن کردیا گیا تھا۔ مگر غریب انگریزوں کی لاشوں پر درندوں اور وحشی جانوروں کا عظیم الشان ہجوم ہو رہا تھا۔ ہمیں انہیں لاشوں میں سے گذرنا تھا میرے داماد اور شوہر نے بندوقیں ان کی طرف چلائیں اور ہزاروں کوے اور جنگلی جانور ان کی

آوازوں سے منتشر ہوگئے۔ اُنہوں نے بندوقوں کے کندوں سے باقی وحشی جانوروں کو بھگانا شروع کیا۔ اس طرح ہمیں اپنا راستہ نظر آیا میں اپنے بچے کو گود میں لئے ہوئے اور لڑکی کا ہاتھ پکڑے ہوئے راستہ طے کررہی تھی اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اب ہمیں معلوم ہوا کہ اس کے قرب وجوار میں بغاوت روز بروز زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ ابھی ہم دہلی کی مصیبتوں کو نہ بھولے تھے کہ یہاں کے باغیوں کے پھندے میں گرفتار ہوگئے۔ غرضکہ دُور سے آبادی کے آثار نظر آرہے تھے۔ آس پاس کے کھیتوں میں دھان اور گنا بویا ہوا تھا اور تعجب اس بات پر ہے کہ اس آبادی میں انسان نظر نہیں آتے تھے۔ بستی کے درمیان میں کھجور کے کچھ درخت کھڑے ہوئے تھے۔ میرے خاوند نے ان کی طرف غور سے دیکھکر کہا کہ ان درختوں پر ایک جھنڈا لپٹا ہوا نظر آرہا ہے۔ غالباً سرکاری فوج نے انگریزوں کی رہبری کے لئے یہ جھنڈا یہاں نصب کیا ہے۔ اس کے بعد ہی کوئی چیز بڑی سرعت سے نیچے اترتی نظر آئی۔ میرا خاوند کہنے لگا کہ غالباً اس شہر کے باشندوں نے ایک نگہبان اس درخت پر بٹھا رکھا ہے جو ہمیں دیکھکر درخت سے نیچے اترا ہے اسی سبب سے کچھ لوگوں کی جماعت آبادی سے نکلکر ہماری طرف آرہی تھی۔ ہمیں آنے والوں کی سرخ وردیاں دیکھکر اس لئے مسرت ہوئی کہ یہ رنگ انگریزی فوج کے لئے مخصوص تھا۔ میرے داماد نے اپنے سر کی پگڑی اُتار کر جھنڈے کی طرح بندوق پر باندھ لی اور حکومت انگلش زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کئے۔ کچھ سوار

تیزی سے دوڑتے ہوئے ہماری طرف آئے اور اپنی بندوقوں کا ہم کو نشانہ بنانے لگے اُن کے بوڑھے افسر نے ہمارے قریب ہو کر ہم سے کچھ سوالات کئے۔ میرے داماد نے جواب دیا کہ کیا آپ مسٹر مارٹن کے شاگرد کو نہیں پہچانتے۔ یہ بات سنکر بوڑھا افسر گھوڑے سے اتر آیا اور ولیم کے گلے سے لگ گیا۔ کیپٹن مارٹن ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک تجربہ کار سپاہی تھا جس نے ولیم کو اپنا بیٹا بنا رکھا تھا اور اپنی نگرانی میں تربیت کی تھی۔ اسی کی کوششوں نے ولیم کو لفٹننٹ کے عہدے پر پہنچا دیا تھا۔ ہم اس شخص کے نام سے واقف تھے مگر رسمی طور پر کبھی تعارف نہ ہوا تھا۔ معانقہ اور مصافحے کے بعد ولیم نے فرداً فرداً ہمارا تعارف کرایا اور پھر ہم آبادی کی طرف روانہ ہو گئے۔ مذکورۂ بالا افسر پندرہ سوار اور آٹھ پیادوں کے ساتھ فرخ آباد سے بھاگ کر یہاں پناہ گزین ہوا۔ فرخ آباد میں انگریزوں کی بہت بڑی جماعت کو قتل کر دیا گیا تھا۔ راستے میں بعض بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں سے ملاقی ہوا جنکی حفاظت کرنا اس نے اپنا فرض سمجھا۔ باغیوں سے جنگ کرتا ہوا اس آبادی کے قریب پہنچا۔ باغیوں کی جماعت نے یہاں اسکا محاصرہ کر لیا۔ اور چند انگریز جنگ میں کام آئے اور باغیوں کی فوج چشمے کے کنارے ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی۔ آبادی کے لوگ بھی باغیوں کی جماعت میں جا ملے اور تمام سامان اپنے ساتھ لے گئے۔ جسکے سبب سے کیپٹن بھوک اور پیاس کی تکلیف اُٹھا رہا تھا۔

بارہا تجربہ ہوا ہے کہ انتہائی سختی کے بعد خوشی کا آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ ہم ان مصیبت زدہ لوگوں سے ملکر اپنی خوش قسمتی اور

کامیابی کے خواب دیکھنے لگے کیونکہ ہماری مصیبت انتہا کو پہنچ چکی تھی اس لئے ہماری خوشی کی توقع غیر مناسب نہ تھی۔ میرے خاوند نے بھی کشادہ روئی سے ہم سے گفتگو کرنی شروع کی۔ کیپٹن مارٹن کی ملاقات سے ہم لوگوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی۔ خصوصاً میری لڑکی اپنے خسر کی ملاقات سے بے انتہا خوش تھی۔ اگر پندرہ دن تک بغاوت کا سلسلہ نہ شروع ہوتا تو ان کی شادی کا بندوبست یقیناً ہم کو یہیں کرنا پڑتا۔

آبادی میں داخل ہونے کے بعد پل کے تختے ہٹا دیئے گئے۔ ایک سپاہی کھجور کے درخت پر چڑھ کر نگہبانی کرنے لگا۔ مارٹن باغیوں کے حملے کی طرف سے متفکر تھا۔ میرے دل میں بھی عجب قسم کے توہمات پیدا ہو رہے تھے مگر مختلف حیلوں سے اپنے دل کو تسلی دیتی تھی۔ درخت پر نگہبان کے بٹھانے کے دو مقصد تھے۔ اول تو باغیوں کی حرکت کی خبر ہوتی رہے۔ دوسرے انگریزی فوج کے ادھر سے گزرنے کا علم ہو جائے۔

رات کے وقت کیپٹن مارٹن کے جائے رہائش کے قریب ایک کھپریل میں ہمیں جگہ دی گئی۔ ابتدائی رات کے پہرے کے لئے کچھ سپاہیوں کو مقرر کیا گیا۔ میرا خاوند اور داماد آدھی رات کے بعد اور سپاہیوں کے ساتھ پہرہ دینے کے ارادے سے سو گئے۔ اور یہ طے پایا کہ باغیوں کے حملے کے وقت عورتوں کو کیپٹن کے مکان میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ آدھی رات کے بعد جب میرے خاوند اور داماد کے پہرے کی باری آئی تو کیپٹن نے خود آکر انہیں جگایا

میں بھی اُنکے ساتھ گئی اور ان کی جگہ تک پہنچا کر لوٹ آئی اور آرام سے سو گئی۔ آج رات مجھے بہت نیند آئی مگر جس وقت مجھے بیدار کیا گیا تو ہنگامہ قتال گرم تھا۔ باغی ہم پر حملہ کر رہے تھے گاؤں کے ایک حصہ میں آگ لگی ہوئی تھی میں اور میری لڑکی اور بچہ مارٹن کے کمرے کی طرف دوڑے۔ کیونکہ گاؤں کے تمام مکانات چھپر اور کھپریلوں کے تھے۔ اس لئے فی الفور ہر طرف آگ بھڑکنے لگی بدقسمتی سے ہوا بھی تیز چل رہی تھی جس نے آگ کے تیز کرنے میں اور بھی مدد کی۔ تقریباً پچاس عورتیں اپنے یتیم بچوں کو لئے ہوئے یہاں جمع تھیں کچھ دیر تک مدافعانہ جنگ ہوتی رہی۔ مجھے اپنے شوہر اور داماد کی طرف سے فکر لاحق ہوئی کیونکہ وہ اُس وقت مجھے نظر نہ آرہے تھے۔ میں ان کی تلاش میں روانہ ہوئی اور دیکھا تو باغی تلواروں سے اُن پر حملہ آور ہیں اور یکے بعد دیگرے ہمارے مردوں کو قتل کر رہے ہیں۔ عورتیں بھی اس حملے میں قتل کی گئیں اور بچوں کو نیزے کی نوک سے مجروح کر کے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے خاوند نے معہ اپنے متعلقین کے بھاگنے کا ارادہ کیا۔ مجھے اپنی لڑکی کی طرف سے اس لئے اطمینان تھا کہ اُس کا ہاتھ ولیم کے ہاتھ میں تھا۔ میں اپنے بچہ کو گلے سے لگا کر اُس کے پیچھے روانہ ہوئی۔

قسمت اپنی نیرنگیاں دکھا رہی تھی کبھی ہم کو امیدوار بناتی تھی اور کبھی مایوس۔ مگر امید و بیم کے تمام خیالات بجلی کی چمک کی طرح نظر آتے تھے اور غائب ہو جاتے تھے۔ قسمت نے ویران اور جلے ہوئے گاؤں کی طرف ہماری رہبری کی جہاں پر باغیوں نے اپنا

مورچہ بنا رکھا تھا اور خندق کو بھر دیا تھا۔ ہم وہاں پہنچکر مسرور ہوئے اور اسی راہ سے جنگل کی طرف روانہ ہوئے۔ ہندوستانی برابر ہمارا تعاقب کر رہے تھے۔ ہم سے اس قدر قریب تھے کہ اُن کے پیروں کی آواز ہمارے کانوں میں آرہی تھی۔ آخرکار ہم ایک گنّے کے کھیت کے قریب پہنچے جہاں چھپ جانا ہمارے لئے بہت فائدہ مند تھا۔ ابھی ہم اس محفوظ کھیت تک پہنچے بھی نہ تھے کہ بگل کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ میرے خاوند نے ہمیں اطمینان دلایا کہ سپاہیوں کو واپس بلایا جارہا ہے ہمارے لئے زیادہ خطرہ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم نے باغیوں کو واپس جاتے ہوئے دیکھا لیکن بگل کی آواز سنکر یہ شریر سپاہی لوٹ تو گئے مگر انکا مقصد یہ تھا کہ چند انگریزوں کے قتل میں جنھیں زندہ گرفتار کیا گیا تھا شرکت کریں اور انگریزی عورتوں کی بدعصمتی میں شریک ہوں۔ لیکن لوٹنے سے پہلے ان کمینوں نے بندوقوں کی باڑھ ہماری طرف چھوڑی۔ میرا خاوند درد اماد کراہتے ہوئے زمین پر گرے۔ میں بدحواسی میں اپنے بچے کو ایک طرف پھینک کر اپنے خاوند کی طرف دوڑی۔ میری بیچارگی کو دیکھکر وہ اپنی تکلیف کو بھول گئے مجھے خاموش رہنے کی ہدایت کی اور کہا کہ ممکن ہے کہ باغی تیری آواز سنکر تجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ روتے روتے میری ہچکی بندھ گئی تھی۔ گولی میرے خاوند کے سینے میں اُتر گئی تھی اس نے کھڑے ہوکر گنوں کے کھیت میں پناہ لینے کی کوشش کی مگر تکلیف کے سبب سے پھر زمین پر گر پڑا۔ میرا بچہ اپنے باپ

کی آواز سنکر سرکتے ہوئے اُس کے قریب آگیا جسے گود میں لیکر وہ پیار کرنے لگا۔ اُسکے بعد میں اپنے داماد کے پاس پہنچی وہ زمین پر پڑا ہوا تھا اور سر ایلین کے زانو پر تھا جو بڑی مایوسی سے چاند کی روشنی میں اُس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ بظاہر میرا داماد گولی لگتے ہی مر گیا تھا۔ کیونکہ اسکے دماغ پر گولی لگی تھی۔ میری غریب لڑکی اس کی زبان سے الوداعی جملے بھی نہ سُن سکی۔ اس صورت میں ہمیں مردے سے زیادہ زندہ کا خیال کرنا ضروری تھا۔ میں نے لڑکی کو آواز دی کہ تیرا باپ بھی مجروح ہو گیا ہے۔ اُٹھکر اس سے بھی آخری ملاقات کرلے مگر اسپر محبت کا جنون سوار تھا اُس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں فوراً اپنے خاوند کے پاس پہنچی اُس نے لڑکی اور داماد کے متعلق پوچھا میں نے کہا کہ وہ آگے چلے گئے ہیں۔ اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا کہ میری زندگی کے چند آخری سانس باقی رہ گئے ہیں اگر وہ میرے مرنے کے بعد آئے تو کیا فائدہ۔ میں نے اس قسم کے بدشگون جملوں پر اعتراض کیا تو کہنے لگا اے میری عزیز بیوی کام ختم ہو چکا میرے جسم کی حرارت فنا ہو رہی ہے میرا ہاتھ پکڑ اور میرے سر کو اپنے زانو پر رکھ لے خدا حافظ۔ ان الفاظ کے بعد ہی اسکی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ اس حالت میں مجھے کیا کرنا تھا نہ میرا نالہ و ماتم فائدہ مند تھا اور نہ سوگواری۔ دنیا میں میرا اکیلا دوست میرے سامنے بیجان پڑا ہوا تھا۔ میرا مالک میری زندگی کا سہارا میرے باپ کی طرح محبت کرنے والے کا سایہ آج میرے سر سے اُٹھ گیا تھا۔ مختصر یہ کہ میرے خاوند کا سر میں نے زانو پر رکھا

ہوا تھا اور میرا یتیم بچہ اپنے مقتول باپ کے قریب سویا ہوا تھا اور میں آسمان کے ستاروں کی طرف دیکھ رہی تھی یہاں تک کہ آفتاب کا خون آلودہ چہرہ نیل گوں آسمان پر نمودار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایلن اسی طرح ساکت و صامت بیٹھی ہوئی ہے گویا کہ اسکا شوہر اس کے زانو پر سر رکھے ہوئے آرام کر رہا ہے اور وہ اس کی بیداری کا انتظار کر رہی ہے میں نے اپنے خاوند کے چہرے کو بہت دیر تک دیکھا اور پھر اپنے دل میں کہنے لگی اب بیٹھ کر کس کا انتظار کرنا ہے۔ ہمارے محافظ مر چکے۔ اور یقیناً دن کی روشنی میں ہم باغیوں کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔

میرا چھوٹا بچہ گنوں کے کھیت سے گذرتا ہوا بار بار اپنی بہن کے پاس جاتا تھا۔ وہ ابھی تک یہی سمجھتا تھا کہ اس کا باپ سویا ہوا ہے آخر کار اس نے دریافت کیا کہ ابا کب اُٹھینگے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اُس کی موت سے واقف نہیں۔ میرے لئے بچے کو یہ بتانا مشکل تھا کہ اُسکے باپ کا خواب ابدی خواب ہے جس سے کوئی شخص بیدار نہیں ہوسکتا۔ میں نے اپنے بچے سے اسقدر ضرور کہا کہ ان لوگوں کے لئے خدا کی رحمت کی دعا کرو۔ چنانچہ میرے بچے نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوکر دعا کی۔ اس کے بعد میں نے اسے ایلن کے پاس بھیجا تاکہ یہ معلوم کرے کہ ابھی تک اسکی بہن خاموش بیٹھی ہوئی ہے یا رو رہی ہے۔ اس نے آکر مجھے اُس کے رونے کی خبر دی کیونکہ مصیبت میں غمگین آدمی کے نہ رونے سے اس کی ہلاکت اور وحشت کا اندیشہ ہے۔ غم میں رونے سے دل کا غبار نکل جاتا ہے۔

اس وقت گاؤں کی طرف سے ہائے ہو کی صدائیں میرے

کان میں آئیں بگل بھی کبھی کبھی بجایا جاتا تھا دھواں آسمان کی طرف بلند ہو رہا تھا۔ غالباً باغیوں نے قصبے کے تمام مکانات کو جلا دیا تھا۔ میرا بچہ کچھ دیر دوڑ دھوپ کرنیکے بعد میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اور کھانے کی چیز مانگنے لگا۔ میرے دل پر اسکا بہت ہی سخت اثر ہوا۔ اس بدبختی کے عالم میں ایک پانی کا قطرہ بھی اُس کے گلے میں نہ ٹپکا سکتی تھی۔ دریا کافی فاصلے پر تھا۔ اپنے شوہر کی نعش کو تنہا چھوڑ کر چلے جانا یہ میرے لئے ناممکن تھا۔ میرے دل میں یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ باغیوں کے پاس جاکر اپنے بچے کے لئے کچھ کھانے پینے کی چیزوں کی بھیک مانگوں۔ اگر وہاں مجھے قتل کر دیا گیا تو مجھا ورنہ میرے بچے کی اسی طرح جان بچ جائیگی۔ رات کی تاریکی میں کچھ کھانے پینے کی چیزوں کا مہیا کر لینا ممکن تھا مگر دن کی روشنی نے ان تمام چیزوں کو ناممکن کر دیا تھا۔ وہی آفتاب جسپر ساری دنیا کی زندگی کا دار و مدار ہے آج ہماری موت کا باعث بنا ہوا تھا۔ میں ابھی متفکر ہی تھی کہ میرے بچے نے روٹی کے لئے پھر رونا شروع کر دیا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھی اور سینے کے بل جنگل کا بہت سارا رستہ طے کیا۔ جانے سے پیشتر میں نے اپنے خاوند کا اُور کوٹ اس کی لاش پر ڈالدیا تھا اور لڑکے سے خاموش رہنے کی تاکید کر دی تھی مبادا اس کا باپ اسکا شور سنکر نہ جاگ اٹھے۔ جب میں اپنی لڑکی کے قریب پہنچی تو اُس نے نعشوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھسے دریافت کیا کہ انہیں تنہا چھوڑ کر کہاں جا رہی ہو۔ میں نے مختصر الفاظ میں اپنا مطلب بتلایا جسکو وہ سنکر خاموش

ہوگئی اور کوئی جواب نہ دیا۔ مگر ہاتھ بڑھاکر ایک گنا توڑا اور میری طرف بڑھایا میں نے لیجاکر اپنے بچے کو دیا جسکے چوسنے سے اس کی پیاس تھوڑی دیر کے لئے رفع ہوگئی۔

غالباً ساری دنیا میں مجھسے زیادہ بدبخت ماں اور کوئی ہوگی کیونکہ اس سے زیادہ بیچارگی کا دنیا میں اور کسی عورت نے مقابلہ نہ کیا ہوگا۔ میں حیران تھی مجبور تھی ہر طرف مایوسی ہی مایوسی نظر آرہی تھی۔ باغیوں سے شرافت کی امید فضول تھی۔ یہ بھی ناممکن تھا کہ ان لوگوں کی پناہ میں جائے جو ہمارے مالکوں کی بربادی کا باعث بنے اور ہماری ہم وطن عورتوں کی بے احترامی کی۔ یہاں پر ٹھیرنا بھی ناممکن تھا۔ کیونکہ باغی یقیناً ہمیں اس جگہ دیکھ لیتے اور کب تک اس جگہ بیٹھے ہوئے اپنے مرحوم عزیزوں کی سوگواری میں مصروف رہ سکتے تھے۔

ہندوستان کے گرم ملک میں نعشوں کا بہت جلد خراب ہوجانے کا احتمال ہے۔ اس بنا پر ہمارے لئے اپنے عزیزوں کو بہت جلد آسمان کے نیچے بے گور وکفن چھوڑ دینا ضروری تھا۔ جس طرح کل ہم نے اور انگریزوں کی نعشوں پر مردارخواروں کا ہجوم دیکھا تھا آج ہمارے عزیزوں کے ساتھ بھی یہ واقعہ ہونے والا تھا مگر افسوسناک نظارہ کا تصور میرے لئے سخت تکلیف دہ تھا اس لئے میں اسپر کبھی راضی نہ ہوسکتی تھی۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے خاوند کی قبر کھودنی شروع کی میری انگلیاں مجروح ہوگئیں ناخونوں سے خون بہنے لگا۔ کیسے مردوں کی خوشبو

سونگھ کر ہمارے سروں پر منڈلانے لگے۔ میں دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئی مگر میرے ناخونوں میں ریتا گھس گیا کہ میرے ہاتھ بیکار ہوگئے غم اور تکلیف کی زیادتی کے سبب سے میں اس قبر کے پاس ہی بیٹھ گئی اور آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔ معاذ اللہ سینکڑوں کفر آمیز خیالات میرے دماغ میں چکر لگا رہے تھے کوّے بعض مرتبہ اسقدر میرے قریب آجاتے تھے کہ اُن کے بازو میرے جسم سے ٹکرانے لگتے تھے۔ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اگر میں مرجاتی تو بہتر تھا۔ میرے بچے نے دوبارہ بھوک کے سبب سے رونا شروع کردیا۔ اگرچہ مجھے خاوند کی تجہیز و تکفین کی فکر ضروری تھی مگر اپنے لخت جگر سے غافل ہونا بھی میرے لئے ناممکن تھا میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح جنگلی پھل لاکر اسکو کھلاؤنگی لڑکی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا تو وہ اسی طرح اپنے خاوند کا سر اپنے زانو پر رکھے ہوئے رو رہی تھی۔ میں نے قریب پہنچکر اُسکو اپنے ارادہ سے مطلع کیا اس نے ایک سرد آہ بھرکر کہا میری عزیز ماں یہ کہاں مناسب ہے ہم اپنی زندگی کی فکر میں رہیں اور ہمارے عزیز موت کے آغوش میں آرام فرماہوں۔ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ اپنے عزیزوں کی نعشوں کو درندوں کے لئے چھوڑ کر چلے جائیں۔ میں نے قبر کے کھودنے کے ارادے سے اُس کو مطلع کیا اور اپنی مجروح اُنگلیاں اُسے دکھائیں۔ اس نے اپنے خاوند کے سر کو زمین پر رکھدیا اور اسکی کمر سے خنجر نکال لیا اور ہم اس ناتمام قبر کی طرف روانہ ہوئے کیونکہ زمین ریتلی تھی اس لئے خنجر سے

قبر کا کھودنا نہایت آسان تھا۔ میں نے کچھ کپڑا اپنے ہاتھ پر لپیٹ لیا
اور بڑی مستعدی سے اپنے کام میں مشغول ہوگئی۔ کم سنی کے سبب سے
میرے بچے نے اس کام کو بھی ایک کھیل سمجھا اور مٹی نکالنے میں میری
امداد کی۔ اسکو کیا خبر تھی کہ اسکے خداوند مجازی اور عزیز باپ کی ابدی
آرام گاہ تیار کی جارہی ہے۔ میں نے اسکو بہلانے کے لئے کہدیا
کہ جب یہ گڑھا تمہارے قد کے برابر گہرا کھد جائیگا تو میں تمہیں
ایک روٹی دونگی۔ ہم اپنے کام میں مشغول تھے کہ پیچھے سے ایک آواز
ہمارے کان میں آئی ہم کچھ بے معنی خیالات میں منہمک ہوکر اس طرف
دیکھنے لگے اور ہمیں یہ گمان ہوا کہ غالباً ولیم زندہ ہے مگر افسوس کہ یہ خیالات
بالکل باطل تھے اکثر عزیزوں کی موت پر ان کے متعلقین کو اسی
قسم کی امیدیں اور خیالات پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اور بعد کو معلوم ہوا
کہ کوئی مردار خوار جانور ولیم کی لاش کے قریب پہنچکر اُسے اُٹھانا چاہتا
تھا مگر ہمیں دیکھکر ڈرا اور لاش کو گراکر بھاگ گیا جس کے سبب سے
ہمارے کان میں دھماکے کی ایک صدا آئی۔ میری لڑکی اس کے
بعد قبر کے کھودنے میں اور جلدی کرنے لگی۔ اس خوف سے کہ کہیں
کتے اور درندے یہاں نہ آجائیں اور ہمارے عزیزوں کی لاشوں کو
ضائع کردیں مسلسل تین گھنٹے تک ہم گرم موسم میں کام کرتے رہے
تب کہیں جاکر قبر تیار ہوئی۔ قدرتاً اس وقت ہمارے دل غیر معمولی
قوی اور مستعد تھے ہمیں اسوقت باغیوں کی طرف سے بھی کوئی اندیشہ
نہ رہا تھا۔ صرف اپنے عزیزوں سے رخصت کے خیالات ہمارے دل پر
غالب تھے اور ان کو دفن کرنے کا بندوبست کر رہے تھے قبر کھُدنے

کے بعد یہ مشکل پیش آئی کہ ان دو لاشوں کو کس طرح دفن کیا جائے۔ میں نے اپنی لڑکی کے مشورے سے اپنے خاوند کی لاش کو کاندھے پر اُٹھا کر قبر تک لائی اور میرا بچہ اسوقت بھی میری مدد کر رہا تھا وہ اپنے باپ کا دامن پکڑے ہوئے آ رہا تھا۔ یہاں آ کر میں نے اپنے خاوند کی جیب و کمر سے بٹوہ نکالا جو اشرفیوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ ہماری گذشتہ دولت کا باقی حصہ تھا جو میراث کے طور پر ہمارے یتیم بچوں کی قسمت میں آیا تھا اور ان کی زندگی اور معاش کا دار و مدار اسی دولت پر تھا آخری مرتبہ حسرت بھری نگاہ سے میں نے اپنے خاوند کے رخساروں کو دیکھا اور زار زار روتے ہوئے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا دیر تک اس سے چمٹی رہی اس کے سر کے کچھ بال میں نے یادگار کے طور پر توڑ کر اپنی جیب میں رکھے اور یہ عہد کیا کہ تمام عمر اس محبت کی یادگار کو اپنے ساتھ رکھونگی اور اپنی شادی کی انگوٹھی انگلی سے اُتار کر اُسے پہنا دی یعنے اُسکے بعد میں اور کسی سے شادی نہ کروں گی۔ لڑکی کی مدد سے میں نے اس نعش کو قبر میں اُتارا اور اس کے بعد ولیم کی نعش کو بھی لا کر اسی قبر میں اُتارا۔ پھر کچھ مختصر دعائے مغفرت کے بعد معہ اُنکے ہتھیاروں کے دفن کر دیا۔ اور تمام خاک کو ان کے اُوپر ڈال دیا۔

میرا بچہ ابتک ان معاملات کو نہ سمجھ سکا تھا۔ اس افسوسناک صورت کو دیکھکر مجھسے پوچھا کہ ان کے اوپر کیوں مٹی ڈال رہے ہو اب ہمیں صاف طور سے بتانا پڑا کہ مہربان باپ کا سایہ تیرے سر سے اُٹھ گیا۔ یہ سنکر بچہ رونے لگا۔ اس کی رقت کو دیکھکر ہم بھی رونے لگے اس گریہ و زاری کے دوران میں اچانک توپ کی آواز آئی۔

اور باغیوں کے کیمپ سے شور بلند ہوا۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد
بگل بجنا شروع ہوا۔ اسکے بعد فوج کی روانگی کی علامتیں نظر آئیں
ہم نے خدا کا شکر ادا کیا کہ باغیوں کی طرف سے ہم کو چھٹکارا ملا۔
ابھی تک ہم شکرگزاری ہی میں مصروف تھے کہ دوسری طرف
سے بگل کی آوازیں آنی شروع ہوئیں۔ اب معلوم ہوا کہ باغیوں کی
فوج دو دستوں میں منقسم ہوگئی ہے ایک تو اسطرف جا رہی ہے
جس راہ سے ہم رات آئے تھے اور دوسری دریا کے ساحل کی
طرف آرہی تھی جو یقیناً ہمارے قریب سے ہوکر گذرنے والی تھی
بجز کسی کرامت کے ہمارا باغیوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہنا ناممکن
تھا۔ میری لڑکی نے فوراً اپنے بھائی کو گود میں لے لیا اور قبر میں
خاموش لیٹ گئی۔ میں بھی اُن کے قریب ہی چھپ گئی تو گویا اس قبر
میں دو مردے اور تین قریب المرگ آدمی چھپے ہوئے تھے۔ باغی سوار
و پیادہ تقریباً دس گز کے فاصلے سے گذر رہے تھے خدا کا شکر ہے انہوں
نے ہمیں نہیں دیکھا۔ فوج کے گذر جانے کے بعد جب ہر طرف
خاموشی چھا گئی تو ہم قبر سے باہر نکلے اور مٹی سے قبر کو پاٹ کر کچھ گھاس
اور جنگلی پھول اُسپر ڈالدیئے۔

اسکا اندازہ لگانا مشکل ہے کہ دو کمزور عورتیں اور ایک کمسن بچہ
ہندوستان کے وسیع جنگل میں کن کن مصائب کا شکار ہو رہے
تھے نہ کوئی فریادرس تھا نہ نگہبان۔ نہ کوئی منزل تھی نہ مقام۔
ملک دشمنوں سے بھرا ہوا تھا کسی ہمدرد کی شکل تک نظر نہ آتی
تھی۔ دن کو آفتاب کی تابش سے کہیں پناہ نہ ملتی تھی اور رات کو

سردی سے تکلیف پہنچتی تھی ہر وقت موت کے منتظر تھے۔ اچانک موت نہیں جو انسان کو فوراً مصیبت سے چھٹا دیتی ہے بیماری کی موت نہیں جو عزت اور آبرو سے زیست کو عزیز سے جدا کرتی ہے ہم اس موت کے منتظر تھے کہ باغیوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوکر اول مختلف قسم کی تکلیف و عذاب بدعصمتی بدکاری کا شکار بنیں اور پھر قتل کردیئے جائیں۔ اس پریشانی کے عالم میں میں نے اپنے خاوند کی قبر کو الوداع کہی۔ اور اللہ پر بھروسہ کرکے اس گاؤں کی طرف روانہ ہوئے۔ جہاں رات ہم نے بسر کی تھی کیونکہ ہم ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے کوئی ہماری طرف توجہ نہ کرتا تھا۔ بستی کے قریب پہنچکر دیکھا کہ باغیوں نے انگریزوں کو زندہ درختوں میں لٹکا کر جلا دیا تھا۔ شارع عام سے گزرتے ہوئے ہم ایک چشمے کے کنارے پہنچے جہاں جنگلی میووں سے اپنی بھوک اور پیاس بجھائی۔ میں بہت زیادہ تھکی ہوئی تھی اس لئے فوراً نیند آگئی اور تقریباً چھ گھنٹے تک سوتی رہی جب آنکھ کھلی تو دیکھا کہ میری لڑکی نے خس و خاشاک کا ایک سائبان بنا رکھا تھا اور میرے بچے نے جنگلی پھولوں کے گلدستے جمع کر لئے تھے۔

اس رات بھی ہم نے جنگلی پھل کھائے رات کے وقت ہم کو آگ جلانی پڑی تاکہ وحشی جانوروں سے محفوظ رہ سکیں۔ میری لڑکی رات کے پہلے حصے میں سو گئی اور میں جاگتی رہی۔ خدا کا شکر ہے کہ کوئی حادثہ پہلی رات کو رونما نہیں ہوا مگر فکر و خیال سے ہمیں تکلیف پہنچ رہی تھی اپنے مقتول عزیز ہمیں یاد آرہے تھے جو ہمیں

تنہا چھوڑ کر خاک کے آغوش میں آرام سے سو رہے تھے اور ہم اپنے وطن سے دُور دشمنوں کے ملک میں خانماں خراب پھر رہے تھے خدا جانے آئندہ چلکر ہم پر اور کیا مصیبت آنیوالی تھی کیونکہ ان حادثات کے دوران میں دو کمزور عورتوں کا کانپور یا الہ آباد پہنچنا سخت مشکل نظر آتا تھا آدھی رات تک میں انہیں پریشان کن خیالات میں گرفتار رہی اور اپنے سفر کے طریقوں پر غور کرتی رہی - الہ آباد کا راستہ اگرچہ دور تھا مگر اسطرف انگریزی فوجوں کے ملنے کا امکان تھا مگر یہ بھی مجھے نہ معلوم تھا کہ الہ آباد انگریزوں کے قبضے میں ہے یا باغی اسپر متصرف ہیں - آخر کار میں نے یہ فیصلہ کیا کہ صبح کے وقت مجھے مشرق کی طرف سفر کرنا چاہیئے - اگر میں اپنے اس ارادہ پر عمل نہ کرتی اور الہ آباد کا راستہ اختیار کرتی تو یقیناً میرے بچے اور لڑکی کی موت واقع نہ ہوتی اور آج میرے غم کا شریک اور مصیبت کا رفیق موجود ہوتا۔ انسان کو مصیبت کے وقت اپنے معاملات تقدیر پر چھوڑ دینے چاہئیں اور عاجزی سے نجات اور بہتری کی خدائے تعالے سے دعا کرنی چاہیئے - میں نے اپنے ارادہ پر مغرور ہوکر جو مصیبت اُٹھائی خدا اور کسی کو نہ دکھائے -

آدھی رات کے بعد میں نے اپنی لڑکی کو جگا دیا اور میں خود لیٹ گئی - صبح کے وقت میری لڑکی نے بتایا کہ آدھی رات کے بعد بہت سارے شیر ہمارے چاروں طرف پھر رہے تھے۔ صبح ہو چکی تھی ہم وہاں سے روانہ ہوئے اور شاہی سڑک پر

پہنچکر بجائے الہ آباد کے اودھ کی طرف روانہ ہوئے راستے
میں لڑکے کے سبب سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی۔ کیونکہ وہ
سفر کرنے کی طاقت نہ رکھتا تھا گرمی کی تکلیف ناقابل برداشت
تھی اس لئے ہم نے راتوں کو سفر کرنا شروع کیا راہ میں ایک خانقاہ کی
دیواریں اور گنبد نظر آئے جو عموماً ہندوستان میں مسافروں کی
آسائش کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ کچھ دور چلکر راہ کے نشیب و
فراز اور درختوں کے جھنڈ میں یہ عمارت پوشیدہ ہو گئی۔ اور ہم
بہت قریب پہنچ گئے۔ اس خانقاہ کے اطراف میں بہت سے آدمی
پڑے ہوئے تھے۔ محض بدگمانی سے بچنے کے لئے ہم نے بھاگنا مناسب
نہ سمجھا چنانچہ دلیری سے قدم اٹھاتے ہوئے ہم خانقاہ کی طرف
بڑھے مختلف شکل وصورت کے آدمی وہاں نظر آتے تھے۔ کچھ
لوگ چٹائیوں پر بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیوار کے سائے میں لیٹے
ہوئے تھے کچھ لوگ حقہ پی رہے تھے۔ بہت سے بیل برابر میں
سانی کھارہے تھے۔ سپاہیوں کی بھی کافی جماعت یہاں موجود
تھی اور دروازے کے پاس پالکی بھی رکھی ہوئی تھی جس سے معلوم
ہوتا تھا کہ کوئی دولتمند آدمی معہ اپنے زنانخانے کے سفر کررہا ہے
بعض مسافروں نے ہمیں دیکھکر خوشی کا اظہار کیا اور اپنے قریب بلایا
کیونکہ ہم ہندوستانی لباس پہنے ہوئے تھے اس لئے جنگ کی اطلاعات
کے متعلق وہ لوگ ہم سے پوچھنا چاہتے تھے۔ ایک ہندوستانی صوبہ دار
نے قریب آکر ہم سے بنگالی زبان میں دریافت کیا کہاں سے آرہے ہو
اور کہاں جاؤ گے میں یہ زبان خوب جانتی تھی۔ چنانچہ میں نے بتایا کہ ہم

آگرے سے براہ دریا سفر کر رہے تھے ہمارے دو عزیز کشتی کے ڈوبنے سے غرق ہو گئے اور ہم لوگ بچ گئے ہمارے جواب کا کوئی خاص اثر اسپر نہ ہوا اور ہمارے جوتوں کو دیکھکر اس کی بدظنی میں اور اضافہ ہوگیا۔ یہ صوبہ دار ہندوستانیوں کے دلوں پر اسقدر قابض تھا کہ باوجود مسلمان ہونیکے ہندو بھی اُس کی ماتحتی کو ناگوار نہ سمجھتے تھے اس نے اپنے فوجی دستے کو بالکل انگریزی لباس پہنا رکھا تھا مگر دل میں انگریزوں کا سخت دشمن تھا۔ یہ شخص دیر تک ہمیں دیکھتا رہا۔ میں اسکی شرآمیز نگاہوں کو کبھی نہ بھولونگی الٹا ہاتھ اس نے کمر پر رکھا رکھا تھا اور سیدھے ہاتھ سے تلوار کا دستہ سنبھالے ہوئے تھا۔ اور ٹکٹکی باندھے ہوئے میری لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو شرم کے مارے پانی پانی ہوئی جا رہی تھی۔ ہندوستانی فوج جو انگریزوں کی بغاوت پر آمادہ تھی عموماً انگریز عورتوں کی بے عصمتی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ چنانچہ اس شخص کو میری لڑکی کی شکل وصورت پسند آئی اور وہ اُسے اپنے حرم میں داخل کرنا چاہتا تھا۔ اپنے رفیقوں کی دست اندازی کے خیال سے اُس نے پوشیدگی میں مجھسے گفتگو کی جس کے بیان کرنے کی میری شرافت اور حیا اجازت نہیں دیتی۔

میرا بچہ جو عادتاً ہندوستانیوں پر تحکم کیا کرتا تھا اس شکل کو دیکھکر بہت ناراض ہوا جب اس شخص نے گستاخی سے اپنے ہاتھ اُسکے رخساروں پر پھیرنے شروع کئے تو اُس نے انگریزی زبان میں تحکمانہ انداز سے کہا "دور ہو جاؤ" اس بات کو سنکر

تمام ہندوستانی ہمارے چاروں طرف کھڑے ہو گئے اور اس
بچے کے ایک جملے پر غیر معمولی فتنے پیدا ہو گئے گویا کہ انگریزوں
کی ایک زبردست فوج باغیوں پر حملہ آور ہوئی ہے۔ بعض آدمی
اپنے ہتھیار نکالکر ہماری طرف دوڑے اور اس صوبہ دار نے
بھی تلوار نکالی اور ہمارے سامنے آکر کھڑا ہوگیا ابتدا میں تو ہم
سمجھے کہ ہماری حفاظت کے لئے ایسا کر رہا ہے مگر معاملہ اس کے
بالکل خلاف تھا کیونکہ ہماری حقیقت ظاہر ہوگئی تھی اس لئے وہ
تنہا میری بیٹی پر تصرف نہ کر سکتا تھا بلکہ اس شکار میں اصولاً اس
کے تمام ہمراہی برابر کے شریک تھے۔ چنانچہ بے شرم آدمیوں کی
ایک جماعت نے میری لڑکی پر حملہ کیا اور اُسے لیگئے تقریباً
ایک گھنٹے کے بعد میں نے اُسے دیکھا کہ وہ ان وحشیوں سے بھاگ
کر جنگل کی طرف جا رہی تھی دو سپاہی اس کا تعاقب کر رہے تھے
میری لڑکی ایک خیمے میں گھس گئی جسمیں ایک ہندو عورت رہتی تھی
خوش قسمتی سے اس خیمے کی عورتیں شریف خاندان سے تعلق رکھتی
تھیں میری لڑکی نے اُن سے پناہ مانگی اور انہوں نے اپنی
حفاظت میں اُسے لیلیا وہ دو سپاہی اُسکے بعد خیمے میں داخل
ہونیکی جرأت نہ کر سکے اور لوٹ آئے۔ میں اپنے بچے کو لیکر فوراً اس
خیمے میں داخل ہوئی باغی ہمارے چاروں طرف آکر کھڑے ہوگئے
اور کہنے لگے کہ ان جاسوس عورتوں کو پناہ نہ دو انہیں قتل کر دینا
مناسب ہے۔ وہ رئیس شخص جو یہاں ٹھیرا ہوا تھا حکومت انگریزی
کا نمک خوار تھا اس کا نام موموکھجی تھا اور رئیسوں کی طرح اس نے بھی

انگریزوں کی بغاوت کا بیڑا اُٹھا رکھا تھا اور باغیوں کے ہمراہ آگرہ جا رہا تھا۔ اس خیمے میں اسکی ماں ٹھیری ہوئی تھی۔ ہمیں ابتدا میں کچھ امان کی امید پیدا ہوئی مگر اس بیغیرت عورت نے ہماری امیدوں کو منقطع کر دیا۔ اور جس وقت میری لڑکی خیمے میں داخل ہوئی تھی تو یہ بڑھیا اپنی عبادت میں مشغول تھی۔ چنانچہ اسوقت تو وہ کچھ بات نہ کر سکی فرائض مذہبی سے فارغ ہو کر جب اسکو ہمارے انگریز ہونیکا علم ہوا تو بڑی نفرت سے ہمیں خیمے سے باہر نکالدیا اور پھر وہی طوفان بدتمیزی پیدا ہوگیا۔ ہمیں وحشی ملازموں نے پکڑ لیا کبھی ہمیں ایک دوسرے سے جدا کیا جاتا تھا کبھی کسی طرف بھگاتے تھے کبھی کسی جگہ بٹھا دیتے تھے اگر ایک مرتبہ ہمیں گولی سے اڑا دیا جاتا تو اس بے آبروئی سے کہیں بہتر تھا اس کشمکش میں ہمارا پرانا لباس بالکل پھٹ گیا تھا بھاگ دوڑ میں میری کمر سے وہ اشرفیوں کا بٹوہ بھی گر گیا جسے میں نے اپنے خاوند کی جیب سے نکالا تھا۔ ان وحشیوں نے ہمیں چھوڑ کر روپیہ اُٹھانا شروع کر دیا اس موقع کو غنیمت سمجھکر میں اپنے لڑکے اور لڑکی کیطرف دوڑی اور اس طرح تینوں ایک دوسرے کو چمٹ گئے کہ باغی تلوار کی نوکوں سے بھی ہمیں جدا نہ کر سکے۔ چنانچہ اسی طرح ہمیں آگ کے ڈھیر کے پاس لیگئے اور یقین ہوگیا کہ یہ ہمیں زندہ نہ چھوڑینگے۔ میں نے مایوسی میں سب طرف نظر ڈالی مگر کوئی مددگار نظر نہ آیا۔ اتفاق سے وہ صوبہ دار بھی سامنے کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اُسے اشارہ کیا مگر اس نے کوئی توجہ ہماری طرف نہ کی کیونکہ وہ رئیس آدمی بھی بالاخانے سے ہمارے قتل کا تماشہ دیکھ رہا تھا اور تمام سپاہی اُس کے سامنے

مودب کھڑے ہوئے تھے۔ میں نہیں بتا سکتی کہ آیا یہ صوبہ دار ہمارے بچانیکی طاقت ہی نہیں رکھتا یا اس لئے ہمیں چھوڑ دیا ہے کہ ہم اسکی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے تیار نہ ہوئے تھے۔ میں نے آگ کی تکلیف سے اپنے بچے کو بچانے کے لئے اس کا گلا گھونٹنا شروع کیا ناگاہ کسی نے میرے بچے کو مجھسے چھیننا چاہا۔ میں نے ہاتھ ڈھیلے کر دیئے۔ مگر دھوئیں کی زیادتی کے سبب سے مجھے کوئی شخص نظر نہ آتا تھا اسکے بعد کسی شخص نے ہمیں آگ سے دور کیا اور لیجاکر ایک بلند جگہ بٹھا دیا اور ایک دیوتا کی طرح ہمارے قریب کھڑا ہوگیا۔ اور ہندوستانی زبان میں ہم سے کچھ دیر گفتگو کی ہندوستانیو نیز اس شخص کو اسقدر قدرت حاصل تھی جس طرح کوئی خداوند اپنی مخلوق پر طاقت رکھتا ہے۔ تمام لوگ اظہار اطاعت کے طور پر اُسکے سامنے سجدے کررہے تھے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو یہ وہی فقیر تھا جسکو دہلی میں جمنا کے کنارے پر میرے بچے نے کچھ خیرات دی تھی جسکے بدلے میں اس زبردست جماعت سے اُس نے ہماری حفاظت کی۔ اس محتاج اور غریب شخص کی قدرت کا اندازہ لگانا ہمارے لئے ناممکن تھا۔ ایک بے سروپا فقیر جس کا جسم مجروح اور خاک آلودہ تھا جس کے سر کے بال پریشان تھے اور ڈاڑھی کا سلسلہ غیر محدود طریقے پر پھیلا ہوا تھا باغیوں پر حکومت کر رہا تھا اسکے ایک اشارے سے سب لوگ مودب کھڑے ہو گئے اور عاجزی سے اسطرح معذرت کرنے لگے۔ اے آقا اے ہمارے مولا ان ظالموں پر رحم نہ فرما

ان ظالموں نے کم و بیش سو برس سے ہمارے ملک و ملت کو برباد کر رکھا ہے ہماری آسائش کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے مختلف طریقوں سے ہمارا سرمایہ چھین رہے ہیں۔ ہمارے عبادت خانوں کی بے حرمتی ہمارے علما کی توہین ان کا اصول ہے۔ ہماری عزت پر دست درازی کرتے ہیں اپنے پادریوں کو ملک میں پھیلا رکھا ہے جو ہمارے قدیم مذہب سے جدا کر کے ہمیں عیسائی مذہب میں داخل ہونے پر مجبور کرتے ہیں ہمارے معزز آدمیوں کو ذلیل کرنا ان کا شیوہ ہے بادشاہی خاندان اور ماتحت حکومتوں میں انہوں نے بغاوت پھیلا رکھی ہے۔ وارثوں کو موروثی حکومت سے محروم کر دیا۔ مسکرات کھلم کھلا ملک میں بیچی جاتی ہیں جو ناموس شریعت کی توہین کا باعث ہے۔ بنک اور صراف خانوں کے ذریعہ ہمارا سرمایہ لوٹ رہے ہیں۔ ہمیں وحشی اور غیر متمدن سمجھتے ہیں۔ اور باوجود بے رحمی کے اپنی قوم کو دنیا کی مہذب ترین قوموں میں شمار کرتے ہیں ہم سے جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے۔ ہٹ جائیے تاکہ ہم ان ظالموں کی نسل کو دنیا سے مٹا دیں اور جذبہ انتقام کی تکمیل کریں۔ درویش نے باغیوں کو کوئی زبانی جواب تو نہیں دیا مگر اشارے سے انہیں منتشر کر دیا۔

میں نے ہندوستانی فقیروں کے تصرفات اس سے پہلے بھی دیکھے تھے مگر اس درویش کی طرح مقبول خاص و عام اور کوئی شخص مجھے نظر نہ آیا تھا۔ اس کے ایک اشارے سے وحشیوں کی یہ عظیم الشان جماعت منتشر ہو گئی اور اس ٹیلے پر ہم تنہا رہ گئے جو آگ

ہمارے جلانیکے لیئے روشن کی گئی تھی وہ بھی خاموش ہوگئی درویش زمین پر لیٹ گیا۔ اور ایک وفادار کتے کی طرح ہماری محافظت کرنے لگا۔ میری لڑکی برہنگی کے سبب سے نہایت پشیمان تھی اور بچہ بھوک کے سبب سے رو رہا تھا۔ میں نے آسمان کی طرف منہ اٹھاکر خدا کا شکر ادا کیا

اس قسم کے فقیروں کی غیر معمولی تعداد ہندوستان میں پائی جاتی ہے اور بغاوت سے پہلے ہم لوگوں نے اس قسم کے ہزارہا فقیروں سے سلوک کیا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ چند پیسوں کے معاوضہ میں جو میرے بچے نے اس درویش کو دیئے تھے آج تین آدمیوں کی جان بچائی۔ مگر دنیا کی ہر ایک بات کا فاعل مطلق اللہ تعالیٰ کی ذات ہی اس لئے سبب سے زیادہ ہمیں مسبب کی شکر گزاری کرنی چاہیئے۔[1]

اس درویش سے جب ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی اسکی زبان سے تین فقرے ہم نے سنے جب ولیم نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا تھا کہ اسکو دریا میں اٹھاکر پھینکدیں تو اس نے کہا تھا کہ "انشاءاللہ عنقریب تمام راستے صاف ہو جائیں گے"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا بغاوت اپنے شباب پر ہے اور باغیوں کے لئے ہر ایک راستہ کھلا ہوا ہے۔ انگریزوں کی حکومت کی طاقت بظاہر زائل ہو چکی۔ میرے خاوند سے اس درویش نے کہا تھا کہ "حق پرستوں کی جماعت کا فرونپر غالب آنیوالی ہے"۔ چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا ہندوستانیوں کے عقیدے میں سچا مذہب اسلام ہے۔ عیسائیت

---

[1] ہمارے قوم کے افراد کی شکر گزاری کی یہی شان ہونی چاہیئے

کو وہ غلط سمجھتے ہیں - جب میرے بچے نے اُسے ایک روپیہ دیا
تو اُس نے کہا" اے غریب بچے یہ خیرات تیرا خونبہا نہیں ہوسکتی
اول کی دو باتیں تو بے کم و کاست پوری ہو چکیں خدانخواستہ
اگر تیسری بات بھی صحیح نکلی تو میرے مرحوم متعلقین کی طرح میرا
عزیز بچہ بھی خطرے سے محفوظ نہیں - بیٹے کی جدائی کے خیال
سے میری ماممتا پھڑکنے لگی - اگرچہ ایسی مصیبت میں موت خوشی
کا سبب ہونا چاہیئے - مگر میں باوجود ان مصائب اور ناگوار حادثات
کے اپنے بچے کی جدائی پر رو رہی تھی - اس دوران میں مسافروں
میں روانگی کی تیاری ہونے لگی - آفتاب ڈھل چکا تھا - سفر
کے لیئے یہی مناسب وقت تھا - چنانچہ سفر کے لیئے بگل بجایا گیا -
پہلے فوجی سپاہی روانہ ہوئے اس کے بعد وہ متمول شخص
اپنے ہوادار پر سوار ہوا اور اس کے بعد حرم سرا کی عورتیں
ہاتھی اور اونٹوں پر بیٹھیں اور یہ قافلہ اطمینان سے اپنی منزل
مقصود کی طرف چلدیا - جب مسافر اس ٹیلے کے قریب پہنچے جہاں
ہم بیٹھے ہوئے تھے تو لوگوں نے اُردو زبان میں اس فقیر سے کچھ گفتگو
کی اور سواروں نے گھوڑوں سے اتر کر اُسکے ہاتھ چومے اور کچھ
نذرانہ پیش کیا - اسی طرح جو شخص اُسکے قریب پہنچتا تھا کچھ نقد
روپیہ یا خوراک اور کپڑا بڑے ادب سے فقیر کی خدمت میں پیش
کرتا جاتا تھا - ان لوگوں کے چلے جانیکے بعد اس نے مجھے بلایا اور
تمام سامان ہمارے حوالے کردیا جو ہمارے لیئے مدت تک کو کافی
تھا - وہ سرائے جہاں ہم نے اسقدر مصیبتیں برداشت کی تھیں جیسا

کہ پہلے بتایا جا چکا ہے دولتمند لوگ مسافروں کی آسائش کے لئے اس قسم کی عمارتیں تعمیر کرتے ہیں۔ عموماً ایک چار دیواری کے اندر مختلف مکانات بنائے جاتے ہیں جہاں بارش اور آفتاب کی حرارت سے مسافروں کو پناہ مل سکتی ہے۔ یورپ کی سراؤں کی طرح ان میں آسائش کے سامان اور فرنیچر بالکل نہیں ہوتا مسافروں کے چلے جانے کے بعد یہ عمارتیں بالکل ویران ہو جاتی ہیں۔

اس درویش کی مہربانی اور احسانات نے ہمارے خیالات اسقدر بدل دیئے تھے کہ اس کے نجس لباس اور کثیف جسم سے ہمیں بالکل کراہیت نہ آتی تھی اور اُسکے عیب ہمیں ہنر نظر آتے تھے۔ کچھ دیر کے بعد درویش کاروان سرائے میں ہمیں لیگیا اور ایک محفوظ جگہ پہنچاکر کچھ باقی ماندہ گھاس اپنی چادر میں بھرلایا اور اس جگہ پھیلا دی تاکہ ہم آرام سے اس بستر پر سو سکیں۔ اس کے بعد رخصت ہوتے ہوئے ہمارے محسن نے یہ جملے اپنی زبان سے ادا کیئے "فی الحال پندرہ دن کا سامان تمہارے پاس موجود ہے اس مکان سے باہر نہ نکلو ممکن ہے اس مدت میں کوئی آسائش کی صورت تمہارے لئے پیدا ہو جائے دشمن دوست ہو جائیں یا تمہارے دوست ادھر سے گزریں تو تمہیں ساتھ لیتے جائیں" یہ کہکر فقیر ہم سے رخصت ہو گیا۔

پہلی رات تکلیف اور مصیبت کے بعد ہم نے آرام سے بسر کی مگر عزیزوں کی موت نے ابھی تک ہمکو غمگین بنا رکھا تھا غرضکہ تنہائی اور کس مپرسی میں کچھ دن ہم نے یہیں بسر کیئے۔ ایک دن میں

اپنے کمرے سے نکلکر سرائے میں ٹہل رہی تھی اچانک میں نے ایک لکڑی کا دروازہ دیکھا جو بڑی مضبوطی سے بند کیا ہوا تھا میں نے کھولنا چاہا مگر کھل نہ سکا۔ ہم بارہ دن تک اس دروازے کے قفل کو توڑنے میں مصروف رہے تب کہیں جاکر دروازہ کو کھول سکے کیونکہ ہمارے پاس صرف ایک قینچی تھی جس کے ذریعہ ہم نے دروازہ کھولا تھا مگر اندر جاکر صرف اسقدر معلوم ہوا کہ یہ جگہ سرائے کے محافظ کیلئے مخصوص ہے جو قافلے کے چلے جانیکے بعد خود کسی کام کیلئے چلا گیا۔ مگر اس کے بعد ہم نے اپنے فرار کے لئے دیوار میں ایک سوراخ کرنا چاہا تاکہ باغیوں کے حملے کی صورت میں بجائے دروازے کے اس طرف سے بھاگ سکیں۔ خدا کے فضل سے ہم اپنے ارادے میں بہت جلد کامیاب ہو گئے۔ مکان کی پشت پر ایک نظر فریب سبزہ زار نظر آرہا تھا۔ پہاڑی وادیوں کا غیر محدود سلسلہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا اور بظاہر اس طرف سے ہمیں کسی کے آنے کا اندیشہ نہ تھا چنانچہ ہم نے اس دیوار کے شگاف کو برقرار رکھا تاکہ ضرورت کے وقت ہم جنگل میں جاکر کچھ میوے اپنے لئے مہیا کرسکیں۔ میری لڑکی اس راستہ کو اور کشادہ کرنا چاہتی تھی مگر میں نے جنگلی جانور اور سانپوں کے خوف سے ایسا نہ کرنے دیا۔ غرضکہ ہم چند روز تک اسی ویرانے میں انگریزی فوج کا انتظار کرتے رہے۔ سولہ سترہ دن کے بعد میں ایک دن کھڑی ہوئی کسی مددگار جماعت کا انتظار کر رہی تھی مگر اس کا کوئی فائدہ نہ نکلا۔ شام کے قریب ہمیں دور سے کچھ گرد نظر آئی پھر معلوم ہوا کہ ایک زبردست قافلہ اس طرف آرہا ہے۔ ہم اس کا

اندازہ نہ لگا سکتے تھے کہ آیا یہ قافلہ ہماری بدبختی کا سبب ہے یا خوش قسمتی کا پیش خیمہ کیونکہ اگر یہ جماعت باغیوں سے متعلق ہے تو بجائے امان ملنے کے ہماری تکلیف میں اور بھی اضافہ ہونیکا احتمال تھا مگر اس کے علاوہ یہ بھی ممکن تھا کہ یہ بعض غیر جانبدار سوداگروں کی جماعت ہو جو تجارتی مال ایک شہر سے دوسرے شہر میں لیجا کر بیچتے ہیں۔ مگر قریب سے ان کے سیاہ لباسوں کو دیکھکر ہماری وحشت میں اور اضافہ ہو گیا۔ ہم یہ نہ سمجھ سکتے تھے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کہاں سے آ رہے ہیں۔ جب بہت قریب آ گئے تو میری لڑکی نے اندازہ لگایا کہ یہ سیاہ پوش قافلہ بعض مصیبت زدہ انگریز عورتوں کا ہے جو پیادہ سفر کر رہی ہیں اور کچھ انگریزی سوار بھی ان کی حفاظت کے لئے ساتھ ہیں ان کے آنے سے ہم کو بے انتہا مسرت حاصل ہوئی اور ہم نے خوشی کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جب یہ لوگ قریب آئے تو معلوم ہوا کہ یہ عورتیں گرجا کی راہبہ ہیں۔ ہمیں ان کے آجانے سے بظاہر ایک قسم کی تقویت ہوئی مگر نوشتۂ قدرت کو بدل دینا ہماری طاقت سے باہر تھا۔ افسوس کہ یہ قافلہ ہم سے بھی زیادہ بدبخت اور کمزور تھا اور وہی عورتیں جنہیں ہم جنت کی حوریں یا آسمان کے فرشتے سمجھتے تھے اور جن کو اپنی اخروی نجات کا سرمایہ جانتے تھے آج دنیا میں وہ ہم سے بھی زیادہ مجبور نظر آ رہی تھیں۔ بعد کو معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ کے فوجی سپاہی بھی بالکل بے ہتھیار اور مجروح ہیں کیونکہ باغیوں نے تمام سامان جنگ ان سے چھین لیا تھا اور یہ شکست خوردہ جماعت عورتوں کے ایک گروہ کے ساتھ پناہ لینے اسطرف آیا تھا۔

اس جماعت نے مجھے دیکھکر یہ خیال کیا کہ اور بھی مصیبت زدہ انگریز یہاں پناہ گزیں ہونگے۔ مگر ہماری مصیبت کی سرگذشت سنکر انہیں سخت مایوسی ہوئی۔ یہ مقدس عورتیں بھی دوران بغاوت میں دہلی کے کیتھولک چرچ سے نکلکر آگرے کی طرف بھاگ نکلیں مگر دوران راہ میں باغیوں کے حملے نے اُن کے ارادے کو پورا نہ ہونے دیا۔ اور یہ کانپور کی طرف روانہ ہوئے۔ دوران سفر میں جسقدر انگریز مجروح اُن کو ملتے رہے سب شریک ہوتے رہے ایک عجب قافلہ تھا جو بوڑھے اور جوان سب کے سب شکستہ دل غمگین مجروح اور درماندہ لوگوں پر مشتمل تھا جو سب کے سب انگریزی فوج کی فتحمندی کے منتظر تھے انہیں یقین تھا کہ انگریزوں کی فتحمند جماعت جنکی جوانمردی کی شہرت سے ساری دنیا گونج رہی ہے۔ عنقریب مسلط ہوکر رہیگی اور باغیوں کی جماعت کا نام ونشان بھی اس سرزمین پر باقی نہ رہیگا۔

انسانوں کے ظلم وستم کی مختلف قسمیں ہیں بعض لوگ اپنی شہوت پرستی اور خواہشات نفسانی کے لئے ارتکاب ظلم کرتے ہیں بعض لوگ قتل وغارت کے سبب سے ظالم کہلاتے ہیں اور ایک جماعت ایسی بھی ہے جو لباس شرافت پہن کر انسانیت کے نام پر انسان کشی کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور غیر ملکیوں کو مختلف دھوکے اور فریب سے مصائب کا شکار کرکے اپنے مقاصد کو پورا کرتی ہے۔ اس دوست نما دشمن سے پرہیز کرنا نہایت ضروری ہے۔ غدر سے پہلے انگریز ہندوستانیوں کی اس فطرت سے واقف نہ تھے اور انہیں جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھتے تھے مگر مصیبت کے وقت

ان ہی درندوں نے یورپ کی مہذب جماعت کو ایک ایسا سبق دیا جس کو وہ کبھی نہیں بھول سکتی اور یہ بتا دیا کہ ضرورت کے وقت وہ اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھکر غیر حکومت سے اپنے ملک کو آزاد کرا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ ہندو عیسائیوں سے اس لئے متنفر نہیں کہ راہب اور پادری اُن کے مریضوں کی دیکھ بھال اور ان کے بچوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔ اس بنا پر راہب عورتوں سے ہندوستانی زیادہ متنفر نہ تھے۔

مصیبت زدوں کا یہ قافلہ کارواں سرائے میں صرف ایک رات کے لئے فروکش ہوا۔ اور سب کے سب باوجود سخت گرمی کے سرائے کے کمروں میں ٹھیرے اور تمام طرف سے دروازے بند کر لئے اور اس طرح پوشیدہ ہوئے کہ ظہر کے وقت وہاں کسی متنفس کی شکل نظر نہ آتی تھی اور مجروحوں سے یہ سرائے بالکل ہسپتال سی بن گئی تھی جب نماز کا وقت آیا تو پادری نے بڑی عاجزی سے اپنے مذہبی اختلافات کو بالائے طاق رکھکر خدا کے حضور میں اپنی حفاظت کی دعا کی۔ ظہر کے بعد آوارہ گردوں کی ایک جماعت سرائے کے دروازے کے پاس کچھ دیر ٹھیری اور بغیر کسی مزید اطلاع کے اور یہ معلوم کئے کہ سرائے میں کون پوشیدہ ہے چلدیئے۔ اگرچہ یہ لوگ نہتے تھے جنسے ڈرنے کی بظاہر کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی۔ مگر یہ اندیشہ تھا کہ کہیں ہماری موجودگی سے باغیوں کو مطلع نہ کردیں مگر خوش قسمتی سے وہ لوگ بہت جلدی روانہ ہو گئے۔ شام کے وقت ہم لوگ چشمے سے پانی لائے اور گھوڑونکو

گھاس وغیرہ ڈالدی۔ ہمیں امید تھی کہ رات نہایت اطمینان سے بسر ہو گی۔ ہمارا محافظ جو سرائے کا دروازہ بند کرنے کے لئے گیا تھا دوڑتا ہوا آیا کہ سواروں کا ایک دستہ دور سے آرہا ہے اور یہ معلوم نہیں کہ آیا وہ ہمارے دشمن ہیں یا دوست صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ سرخ لباس پہنے ہوئے ہیں۔ کیونکہ باغی اور انگریز دونوں سرخ لباس پہنتے تھے اس لئے آنے والوں کی حقیقت کے متعلق فیصلہ کرنا قبل از وقت معلوم ہوتا تھا، ہم نے ایک افشائے راز سے بچنے کے لئے گھوڑوں کے نتھنوں کو رسی سے باندھ دیا تاکہ ان کی آواز سے ہماری موجودگی کا اظہار نہ ہو سکے۔

ہماری جماعت میں ایک مجروح افسر بھی تھا جو اس سے پہلے ہندوستانی فوج میں صوبہ دار تھا اس شخص کو پاسبانی کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ ہم لوگ آنے والے خطرے سے سہمے ہوئے بیٹھے تھے کہ یہ شخص بھاگتا ہوا آیا اور بڑے اضطراب میں یہ کہنے لگا کہ آنے والی فوج میں میرے باغی سپاہی بھی شریک ہیں اس خبر کو سنکر ہمارے رنگ فق ہو گئے اور ہر شخص مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ مجھے امید تھی کہ باغیوں کی جماعت کچھ دیر یہاں ارام کر کے اپنی اپنی راہ لیں گے لیکن اس کے بالکل برعکس واقع ہوا انہوں نے یہاں پہنچکر اپنے گھوڑوں کو باندھ دیا اور آگ جلا کر کھانا پکانے میں مصروف ہو گئے۔

ہندوستان میں بارہ گھنٹے کی رات ہوتی ہے۔ یہ ناممکن تھا کہ اس دراز مدت میں ایک شخص بھی سرائے کے اندر آنے کا

ارادہ نہ کرتا یا ہماری آواز سنکر ہماری موجودگی کا انہیں علم نہ ہوتا
ایک گھنٹہ گذر گیا اور دونوں طرف سے کوئی آواز نہ سنی گئی میں نے
سرائے کے صحن میں آکر دیکھا کہ میرا بچہ اور بچوں کے ساتھ کھیل
رہا تھا میری لڑکی عورتوں کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی۔ مجھے
اطمینان ہو گیا۔ پادری کے کمرے میں جا کر دیکھا تو وہ نماز کی تیاری
کر رہا تھا۔ ہم سب نے کیتھولک چرچ کے طریقے پر گھٹنے ٹیک کر
پادری کی امامت میں نماز ادا کی دوران نماز میں باغیوں کے گھوڑوں
نے ہنہنانا شروع کیا جسکے جواب میں ہمارے گھوڑے بھی ہنہنانے
لگے۔ باہر کے لوگوں نے ایک دم سرائے کا دروازہ توڑ ڈالا
اور اندر گھس آئے۔ راہب عورتیں باغی اور دوسری لڑکیوں
کے درمیان حائل ہو گئیں۔ دشمنوں نے پادری صاحب پر پستول
سے حملہ کیا اور بارود کا دھواں تمام کمرے میں بھر گیا ہم نے انتہائی
تعجب سے دیکھا کہ پادری اسی طرح کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے۔ باغیوں
نے اُسے قتل کرنا چاہا مگر راہب عورتوں نے منت سماجت کرکے اس کی
جان بخشی کرائی۔ ایک گستاخ ہندوستانی نے پادری سے پوچھا
کہ تیرا معبود کہاں ہے اس نے اپنی صلیب کو دکھاتے ہوئے کہا
کہ عیسائی قوم جان دینے سے نہیں گھبراتی مظلومیت ہمارے پیغمبر کی
خصوصیت ہے اور دنیا کے اکثر پیغمبر مظلومیت ہی میں اپنی زندگی
بسر کرتے رہے۔ مگر اس قسم کی باتوں کا ان لوگوں پر اثر نہ ہوا باغیوں
نے کہا ہم اس شرط پر تمہیں زندہ چھوڑ سکتے ہیں کہ تم خونبہا کے طور پر
اپنا تمام سرمایہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہم سب نے یکزبان ہو کر کہا

کہ اگر ہمارے پاس روپیہ ہوتا تو آج یہ دن ہمیں دیکھنا نہ پڑتا۔ باغیوں نے یہ سن کر ہماری تلاشی لینی شروع کی آخرکار میری باری آئی۔ خدا کے حکم سے مجھے بھی امان ملی میں اپنی بچی اور بچے کے لئے پریشان تھی وہ سرائے کے صحن میں بیٹھی ہوئی تھی اور مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ جاکر انھیں اس ناگوار حادثہ سے مطلع کروں اور ان آدم خوار درندوں سے ان کی جان بچا سکوں۔ اسوقت میرے خیالات دیوانوں کی طرح پریشان تھے۔ ادہر باغیوں نے قتل و غارت کا بازار گرم کر رکھا تھا۔ آدھے گھنٹے میں بہت سے بے گناہوں کو اپنی خونخوار تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اس دوران میں شام ہو گئی۔ باغیوں نے مشعلیں جلاکر مقتولوں کے کپڑے اتارنے شروع کئے مگر ابھی تک اپنے بچوں کی حالت کی اطلاع نہ تھی باغی قتل و غارت سے فارغ ہوکر سرائے سے باہر نکلے اور مال غنیمت کی تقسیم میں مصروف ہو گئے۔ میں راہب عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی ایک تاریک گوشے سے ان کا تماشہ دیکھ رہی تھی ان لوگوں کا افسر ایک طرف خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ بظاہر ان کے کاروبار میں کوئی دخل نہ دے رہا مگر انہیں خونریزی سے منع بھی نہ کرتا تھا۔ جس وقت ان وحشیوں نے پادری اور راہب عورتوں کے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے انہیں روک دیا۔

باغیوں میں سے ایک شخص اس ہنگامہ میں مجروح ہو گیا تھا جسے اُس کے ہمراہیوں نے مردہ سمجھکر ایک طرف ڈالدیا تھا اتفاقاً یہ شخص اپنی جگہ سے اُٹھا اور کہنے لگا کہ میں زندہ ہوں اگر کوئی جراح

ملجائے تو میرا زخم اچھا ہو سکتا ہے۔ اس فوج میں کوئی جراح نہ تھا اس
بنا پر باغیوں نے راہب عورتوں سے امداد طلب کی کیونکہ ان عورتوں
کا مذہبی فرض بیماروں کی امداد کرنا ہے اس بنا پر دس عورتیں اس
مجروح کے پاس پہنچیں زخم کو دھوکر اسکی مرہم پٹی کردی میں بھی
ان عورتوں کے ساتھ تھی میں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور ایک
لوٹا لیکر چشمے کی طرف گئی باغی میری اس مادرانہ محبت کو دیکھکر
تعجب کرنے لگے مگر تھوڑی دیر کے بعد اس مجروح کی روح قفس عنصری
سے پرواز کرگئی یہ وہی شخص تھا جسنے پادری پر سب سے پہلے
گولی چلائی تھی۔ اس کے مرجانے کے بعد اس کے ساتھی اُسے چھوڑکر
چلے گئے۔ اس موقع پر میں آہستہ سے کارواں سرائے کی دوسری سمت
جانے لگی۔ اندھیرا کافی ہو چکا تھا راستے میں ایک بے جان جسم سے
مجھے ٹھوکر لگی اسوقت میرے دل میں یہ وحشتناک خیال پیدا ہوا کہ
کہیں میرے بچوں کو تو قتل نہیں کرڈالا اس خیال سے قریب تھا کہ
کہ میری چیخیں نکلنے لگیں ایسے موقع پر ایک بیکس عورت اپنی اولاد
اور خاوند کے مرجانے پر اگر گستاخانہ جملے زبان سے ادا کرے تو خدا
بھی اُسکو معاف کردیگا۔ آہستہ سے میں اپنے پہلے کمرے میں داخل ہوئی
اور اپنے بچوں کو آواز دی کوئی جواب نہ آیا مگر باغیوں کے خوف سے
میں زیادہ زور سے آواز نہیں دے سکتی تھی۔ کچھ آگے بڑھکر میں نے
دوبارہ آواز دی تو جواب ملا میرے دل کو کچھ تسلی ہوئی۔ میں نے دیکھا
کہ دو عورتیں اور دو بچے اور ان کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں تاکید
کی کہ بالکل خاموش رہو میں صبح کے وقت آکر واقعات سے تمکو مطلع کرونگی

اس کے بعد باطمینان خاطر راہب عورتوں کے پاس چلی آئی۔
یہ مصیبت کی رات قیامت کے دن سے بھی زیادہ طویل تھی باغی مقتولوں کے پاس ہی بڑے اطمینان سے سوتے رہے۔ صبح کے وقت فوجی قاعدے کے مطابق تیاری کا بگل بجایا گیا۔ سپاہی اُٹھے منہ ہاتھ دھویا اپنی مذہبی عبادت سے فارغ ہوئے اور پھر اپنا راستہ لیا۔ ایک ٹھیلے پر لاشیں لادلیں تاکہ آگے چلکر جمنا میں انہیں بہادیں۔ جب باغی چلے گئے تو راہب عورتوں نے ہم سے کہا اگر تم چاہو تو ہمارے ساتھ خوشی سے سفر کرسکتی ہو کیونکہ ہندوستانی ہماری عزت کرتے ہیں اس لئے ہمارے ساتھ رہنے میں خطرے کا کم اندیشہ ہے میں نے کہا مشکل یہ ہے کہ تم لوگ الہ آباد جارہے ہو جو یہاں سے ساٹھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور ہم کانپور جاہتے تھے ان عورتوں نے کہا الہ آباد میں بہت بڑا گرجا ہے وہاں پہنچکر ہم سب لوگ بالکل محفوظ ہوجائینگے میں نے کہا کہ کانپور میں جرنل ویلر کا ستارہ اقبال چمک رہا ہے اُنہوں نے کہا کہ ممکن ہے اس عالمگیر بدبختی میں اسکو بھی ناکامیابی کی شکل دیکھنی پڑی ہو۔ عقلمند کو یقینی پناہ کو چھوڑ کر وہمی پناہ کی طرف نہ جانا چاہیئے۔ ہم نے مابقیہ مقتولوں کی تجہیز وتکفین کی صرف یہ صورت نکالی۔ ایک کمرے میں ان کی لاشوں کو رکھ کر دروازہ بند کردیا۔ عورتوں کی لاشوں سے اکثر نہایت قبیح کمینی حرکات کی جاتی تھی اس لئے انکی لاشوں کو وہاں چھوڑنا مناسب نہ تھا۔ مزید برآں شہوت پرست باغیوں نے ان عورتوں کے ساتھ قتل سے پہلے سخت ناجائز حرکات کا ارتکاب کیا تھا اس لئے کمرے نیچے کا حصہ ان سب کا برہنہ تھا۔

اسکے بعد ہم نے لاشوں کو ایک کمرے میں جو بمنزلہ ان کے مقبرے کے تھا رکھکر بند کر دیا بچے ہوئے لوگوں میں ایک انگریز۔ میں میری لڑکی اور بچہ اور راہب عورتیں تھیں۔ تجہیز و تکفین کے بعد بدنصیبوں کا قافلہ الہ آباد کی طرف روانہ ہوا۔ ظہر کے قریب ایک سائے دار درخت کے نیچے ہم نے کچھ دیر آرام کیا۔ اسی طرح بھوکے ننگے ہم نے الہ آباد کا راستہ طے کیا۔ یہاں پہنچکر دو دن کے بعد میں نے پھر کانپور جانے کا خیال کیا۔ راہب عورتوں نے مجھے روکنا چاہا۔ میں اپنے ارادے سے باز نہ آئی۔ کیونکہ مجھے ان اشرفیوں پر زیادہ بھروسا تھا جو میری لڑکی کی کمر میں بندھی ہوئی تھیں چنانچہ ہم چند رفیقوں کے ہمراہ کانپور کی طرف روانہ ہوگئے۔

ہماری بدقسمتی دیکھئے کہ اس شہر کے قریب پہنچکر یہ خبر ملی کہ کانپور بالکل ناناصاحب کی باغی فوج کے تصرف میں ہے اور جنرل ویلر جسپر ہماری تمام امیدوں کا دار و مدار تھا فوجی ہسپتال میں اور انگریزوں کے ساتھ محصور تھا۔ مگر یہ اطلاع ہم کو اُسوقت پہنچی جب ہم شہر سے چھ میل کے فاصلے پر تھے مگر خوش قسمتی سے ناناصاحب کی فوج نے ہمیں ابھی تک نہ دیکھا تھا ورنہ دریائے گنگا کے کنارے پر باغی کلکتہ سے آنے جانیوالے انگریزی قافلوں کو غارت کر رہے تھے۔ کچھ کسان ہماری حالت سے واقف ہو کر ہمیں کانپور جانے سے روکنے لگے اور ہم کو مشورہ دیا کہ کچھ عرصے تک اسی جنگل میں پوشیدہ رہیں۔ مہربانی کے طور پر کچھ کھانے اور کپڑے کا بھی ہمارے ساتھ سلوک کیا۔

اس وقت مجھے راہب عورتوں کے مشورہ نہ ماننے پر سخت

افسوس ہوا۔ دن ختم ہو رہا تھا ہم نے کوشش کر کے شہر پناہ کے
قریب تک پہنچنا چاہا وہاں جا کر دیکھا تو کوئی آدمی نظر نہ آتا تھا
سورج کی ڈوبتی ہوئی روشنی نے شہر کے مناروں اور بلند
مکانوں کو سرخ رنگ میں رنگ دیا تھا۔ دریائے گنگا ہمارے برابر
بہہ رہی تھی آہستہ آہستہ فضا تاریک ہوتی گئی۔ شفق کا
رنگین دامن اور قدرت کے دلفریب مناظر نگاہوں سے روپوش
ہو گئے تھے۔ ہم بھی تھک کر چور ہو گئے تھے وہیں جنگل کی گھاس
پر لیٹ گئے۔ ابھی آرام سے سانس بھی نہ لیا تھا کہ گھوڑوں کی ٹاپ
کی آوازیں کانوں میں آنی شروع ہوئیں ہم جھاڑیوں میں
چھپ کر سواروں کو دیکھنے لگے سوار سرپٹ گھوڑے دوڑاتے
ہوئے ہمارے پاس سے گزرے جن کی تعداد کم و بیش پانچ ہزار
ہوگی اس کے بعد سواروں کا دستہ انکے تعقب میں ادہر سے
گذرا۔ غالباً دوسری فوج انگریزی سپاہیوں کی تھی جو باغیوں
کی ایک جماعت کا تعاقب کر رہی تھی۔ ہم بہت جلد ان لوگوں کے
قریب پہنچے اور انگریزی زبان میں اپنا مختصر واقعہ ان سے بیان کیا
اس فوج کا افسر ایک نوجوان اور ناتجربہ کار آدمی تھا بجائے ہماری حمایت کے
اس نے ہمیں پناہ دینے سے معذرت کی اور کہا کہ ہم خود پریشان
ہیں اور اس پریشانی میں عورتوں کا ساتھ رہنا ہمارے لیئے اور مشکل
کا باعث ہے کیونکہ جنگ و جدال میں تمہارا وجود ہماری زحمت میں اور
اضافہ کردیگا۔ تمہارے مرد ہمارے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں۔ میں نے
فریاد کی اے انگریز افسر کیا انسانیت کا نام دنیا سے بالکل مٹ گیا ہے

کیا قومی مروت دلوں میں باقی نہیں رہی۔ تیری جوانی اور غیرت کو کیا ہوگیا یہ کونسی مروت ہے کہ ہم بے پناہوں کو تنہا چھوڑ کہاں جارہا ہے اگر ہماری جگہ تیری ماں بہنیں ہوتیں تو کیا اُنکے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرسکتا تھا۔ اس کے باوجود بھی اس شخص نے ہماری طرف توجہ نہ کی مگر پھر بھی ہم نے اسکا پیچھا نہ چھوڑا یہانتک کہ ہم سب اس فوج کے جرنل کے پاس پہنچے اور اپنا تمام واقعہ اور خاندانی حالات بے کم وکاست سنائے۔ ہماری خاندانی شرافت کو سنکر اور خصوصًا ولیم کے ذکر سے جو ایک فوج میں ایک معزز عہدے پر ممتاز تھا یہ شخص ہمیں جرنل ویلر کے پاس پہنچا دینے کے لئے تیار ہوگیا۔ فوراً ہی بعض سواروں نے ہمیں اپنے پیچھے بٹھالیا اور جرنل ویلر کے پاس پہنچا دیا گیا

جون کے مہینے کی ستائیس تاریخ تھی باغیوں کا محاصرہ ابھی تک باقی تھا۔ انگریزوں کے پاس رسد بالکل نہ رہی تھی چنانچہ جرنل ویلر نے باغیوں کے سامنے ہتھیار ڈالدیئے اس شرط پر کہ معہ اپنی انگریزی فوج کے براہ دریا الہ آباد چلے جائیں۔ میں جرنل ویلر کے ہتھیار ڈالنے کے واقعات اس لئے قلم انداز کرتی ہوں کہ اور مورخ اس موضوع پر خامہ فرسائی کریں۔ مجھے صرف اپنے واقعات سے سروکار ہے۔

جسدن ہم یہاں سے چلنے والے تھے: ایک بند گاڑی میں بیٹھ کر دریا کی طرف روانہ ہوئے۔ کیونکہ ناناصاحب نے ہماری حفاظت کا عہد کیا تھا اس لئے شہر سے دریا تک دوطرفہ فوج کھڑی ہوئی تھی۔ اور تماشائیوں کا غیر معمولی ہجوم تھا۔ ہم صحیح سالم کشتیوں پر سوار ہوگئے

جب بادبان کھولے گئے تو میں نے خدا کی مہربانی کا شکر ادا کیا کہ حادثات کے طوفان سے بچا کر ہمیں نجات کی کشتی پر سوار کیا اسوقت دریا ہم میں اور باغیوں میں حائل تھا اچانک چاروں طرف سے بندوقوں کی باڑیں ہم پر چلائی گئیں۔ بہت سے لوگ کام آئے اور کشتی کو بھی نقصان پہنچا۔ حسن اتفاق سے ہواؤں نے ہمیں دوسرے کنارے تک پہنچا دیا اور ہم خشکی پر آگئے۔

ہندوستانیوں کی بد عہدی اور انگریزی فوج کے قتل و غارت کے واقعات اس سلسلہ کی آئندہ کتابوں[۵] میں دیکھو۔

بہت سے انگریزوں کے علاوہ جرنل ویلر کو بھی دوسرے دن قتل کر دیا گیا ہم اسی جنگل میں اپنی موت کا انتظار کرتے رہے ہم باغیوں کو دیکھ رہے تھے جنکی تلواریں اور خنجر بے گناہوں کے خون بہانے میں مصروف تھے۔ بعض بچوں کو اچھالکر ہوا پر دو ٹکڑے کیا جارہا تھا۔ ہندوستانی خصوصیت سے بچوں کو اس بے دردی سے قتل کر رہے تھے۔ اکثر تو زندہ بچوں کو نیزوں پر نصب کر لیتے تھے۔

میں مرغی کی طرح اپنے بچے کو سینے سے لپٹائے ہوئے تھی۔ اور دیکھ رہی تھی کہ شہر کے اوباش مقتولوں کے سروں کو ٹھکرا ٹھکرا کر کھیل رہے تھے اس دوران میں ناناصاحب معہ اپنے افسروں کے اس مقتل میں آئے ان کے اشارے سے تلواریں روک لی گئیں

---

۵ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ہدیۂ ناظرین کی جائیگی جسمیں غدر کے صحیح اور مفصل واقعات مرتب کئے گئے ہیں۔

اور ہمیں قیدیوں کی طرح شہر میں پہنچا دیا گیا۔ غالباً ہماری تعداد اسوقت ایکسو آٹھ آدمیوں سے زیادہ نہ تھی۔ ہمیں اس مکان میں جہاں کبھی انگریز افسر رہا کرتے تھے ٹھیرایا گیا اور ہمارے لئے ہر قسم کا سامان مہیا کیا گیا اور تاکید کردی گئی کہ اس مکان سے باہر کوئی شخص نہ نکلے۔ میں نے ناناصاحب کو سب سے پہلی مرتبہ یہاں دیکھا تھا لوگ اسکے متعلق کسی قسم کی بدگمانی کریں مگر میں اس قتل اور بدعہدی میں اسکو قصور وار نہیں سمجھتی۔ یہ ایک تیس سالہ نوجوان شخص تھا کشادہ رُو سادہ دل اور یقیناً اگر باغی اُسکے حکم پر عمل کرتے تو یہ قتل کا حادثہ واقع نہ ہوتا۔ عہد شکنی کا سبب یہ ہوا کہ جرنل ہیولاک ویلر کو چھڑا لے کے لیے کانپور کے قریب ٹھیرا ہوا تھا۔ جب ہم کشتی میں سوار ہو کر روانہ ہوئے تو اتفاقاً شہر کے بارود خانے میں آگ لگ گئی۔ ہندوؤں نے خیال کیا کہ ابھی تک انگریز شہر میں جرنل ہیولاک کے منتظر ہیں اس بدگمانی کی بنا پر ہمارے قتل عام کا حکم دیدیا گیا تھا۔ ناناصاحب نے ہمارے ساتھ انتہا درجہ کی شرافت کا سلوک کیا باوجود اس بات کے کہ ہم کو اس کمرے سے نکلنے کی تاکید کردی تھی پھر بھی بعض عورتوں نے باہر کے لوگوں سے گفت و شنید جاری کردی تھی۔ چند روز کے بعد جاسوسوں نے خبر رسانی کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ جنگ کے مختصر حالات لکھکر پتھر میں لپیٹ کر مکان میں پھینک دیا کرتے تھے آخر کار ہمیں معلوم ہوا کہ ناناصاحب کی فوج شکست کھاکر بھاگنے والی ہے۔ دوسرے دن شہر میں ہر طرف شور و فریاد کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس دوران میں ناناصاحب

کا ایک ہرکارہ ان عورتوں کو لینے کے لئے آیا جنھوں نے باہر کے
لوگوں سے گفت وشنید کا سلسلہ جاری کیا باہر لیجاکر انہیں
قتل کر دیا گیا اسکے بعد شہر کے باشندوں نے ہمارا محاصرہ کرلیا
اور دیواریں پھاندکر اندر گھس آئے اور سب سے پہلے ایک
عورت کو جس نے ایک ہندوستانی کو مارا تھا قتل کیا گیا اس کے
بعد پھر قصابی شروع ہو گئی۔ میں اپنے بچوں کو لیکر ایک طرف چھپ
گئی ایک ایک کرکے سب قتل ہو گئے۔ اس کے بعد ہماری
باری آئی سب سے پہلے میری لڑکی کے بال پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے
صحن میں لیگئے اور میری آنکھوں کے سامنے وہ ناجائز سلوک کیا گیا
جس کا اظہار کرنا ایک عورت کے لئے ناممکن ہے۔ اس کے بعد اس
کا سر کاٹ ڈالا گیا میرے بچے کو میری گود سے چھین کر نیزے
سے ہلاک کر دیا۔ اس وحشتناک منظر کو دیکھکر میں بیہوش ہو گئی
اور کئی گھنٹے تک مجھے دین و دنیا کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ ہوش آنے
پر میں نے اپنے ہموطنوں کو دیکھا جو چاروں طرف بیٹھے ہوئے
مجھے ہوش میں لانیکی کوشش کر رہے تھے۔ میرے دونوں بچے
بےگور وکفن پڑے ہوئے تھے اور میں بدبخت باوجود ان ناگوار
مصائب کے ابھی تک زندہ ہوں۔ بڑا اچھا ہوتا اگر اپنے عزیزوں
کی موت سے پہلے میں مر جاتی اور جلائی کی ان تکلیفوں کو نہ دیکھتی
جرنل ہیولاک تمام شہر پر قابض ہو گیا۔ کچھ دن کے بعد ہمیں
کانپور سے بنارس اور کلکتہ بھیجدیا گیا۔ اسکے بعد بذریعہ "کولمبو
جہاز" انگلستان پہنچا دیا گیا۔

اپنے زمانہ مصیبت کے یہ واقعات میں نے اپنے ہموطنوں کی عبرت کے لئے تحریر کئے ہیں۔ تاکہ دولتمند رفاہیت اور امن کی شکر گذاری سے غافل نہ رہیں اور یہ سمجھ لیں کہ قدرت ایک لمحے میں خداوندان دولت کو عزت کی بلندیوں سے ذلت کی پستیوں میں گرا سکتی ہے۔

سلسلہ غدر کے مزید حالات ہماری آئندہ کتابوں سے معلوم کئے جا سکتے ہیں ہم نے اہل وطن کی اطلاع کے لئے ہندوستان کی اس قیامت صغرا کے مفصل حالات مہیا کرنے کا تہیہ کیا ہے اگرچہ ملک کی موجودہ بد مذاقی ہمارے حوصلوں کو پست کئے دیتی ہے تاہم ملکی جمود کا عالم ہم سے دیکھا نہیں جاتا۔ ہمارے خیال میں دنیا میں صرف وہ قوم دوبارہ زندہ ہو سکتی ہے جسکو اپنی گذشتہ شکست پر انفعال اور پشیمانی باقی ہو اور یہ ولولہ واقعات کے مطالعہ کے بعد ہی پیدا ہو سکتا ہے انگریزی قوم نے اپنے قدیم شعار کو قائم رکھتے ہوئے غدر کے ایسے واقعات دنیا میں منتشر کر رکھے ہیں جس سے نہ صرف ہمارے ملک کی عزت کو بٹا لگتا ہے بلکہ ہماری مذہبی رواداری کو بھی سخت نقصان پہنچتا ہے۔ نمونے کے طور پر اس کتاب کا ترجمہ اہل ملک کی خدمت میں پیش کیا گیا تاکہ وہ یہ معلوم کر سکیں کہ ہمارے حریف اپنی دست درازی سے کسی حالت میں غافل نہیں رہتے اور جذبۂ نفرت کو ہندوستانیوں

کے خلاف ہمیشہ اپنے ملک میں قائم رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔
اس قسم کے غلط واقعات کی اشاعت اگرچہ اخلاقاً بالکل ناجائز ہونی چاہیئے مگر بعض وجوہ کی بنا پر وہ اسکی اشاعت سے غفلت نہیں کرتے۔ دوران جنگ میں مقررہ اصولوں پر قائم رہنا غالباً دونوں فریقوں کیلئے ناممکن ہے۔ جس طرح اس کتاب میں باغیوں کے ظلم وستم کا قصہ بیان کیا گیا ہے اسی طرح ہم آگے چلکر ہندوستانیوں کی زبان سے فاتحین کے جبر واستبداد کی کہانی سنائیں گے۔
اس سلسلہ کی دوسری جلد میں ہم نے انگریزی حکومت کی ابتدا سے لیکر غدر کے واقعات اور ترقیوں پر روشنی ڈالی ہے

امید ہے کہ قارئین کرام زیر طبع حصوں کی
ابھی سے فرمائش درج رجسٹر کرالینگے

تمام شد

اکتوبر ۱۹۳۵

اور دنیا کے نشیب فراز سے باخبر ہو کر بام ترقی کی راہ
لے۔ لہذا اسی مقصد کے ماتحت ہم دو تاریخی کتابیں
پیش کرتے ہیں۔ سوانحعمری چنگیز خاں تاتاری جس میں
اس کی زندگی کے عروج فتوحات اور تنزل کے واقعات
ہیں۔ دوم سوانحعمری میر تیمور صاحب قران اس میں تیمور کی
پیدائش تعلیم مصیبت راحت فتح شکست کے مدوجزر کے
بعد اسکا عروج و کمال اور اس کی اولاد کے حالات اور
جنگ و جدال کے بالکل صحیح نقشے۔ قیمت ہر دو تاریخ
صرف ۳/

فردوس آسیہ

مؤلفہ مولینا مولوی
مفتی اعظم محمد عبد الرب صاحب واعظ دہلوی بانی انجمن عبد الرب
صاحب علیہ الرحمۃ اس کے پانچ حصے ہیں۔

حصہ اول۔ اس میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے
حالات ہیں معہ بیان ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و
واقعات خلافت وغیرہ۔

حصہ دوم۔ حضرت عمر فاروق رضؓ کی سوانحعمری معہ واقعات
قبول اسلام و غزوات و شہادت وغیرہ وغیرہ۔

حصہ سوم۔ حضرت عثمان رضؓ کی سوانحعمری معہ
حالات شہادت وغیرہ۔

حصہ چہارم۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی سوانحعمری معہ
حالات شہادت وغیرہ۔

حصہ پنجم۔ حالات اہلبیت رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
اور اس حصے کے دو جز کر دیئے ہیں۔ اول حصہ میں تو
جملہ اہل بیت کے حالات ہیں اور دوسرے حصے میں حضرات
حسنین علیہ السلام کے حالات معہ شہادتوں کے درج ہیں

اگر کسی کو شہادت امامین حسنین رضوان اللہ تعالیٰ عنہم
کے مفصل و صحیح حالات دیکھنا ہوں تو اس کتاب کو ملاحظہ
کریں اس سے بہتر دوسری معتبر کتاب ملنی مشکل ہے کیونکہ
اس کو مولانا موصوف نے اپنی لخت جگر کی وفات سے
متاثر ہو کر فیض عام اور زاد آخرت کے لئے تصنیف فرمایا
تھا پھر آپ ہی سمجھیں کہ درد بھرے خیالات اور محبت سے
بھرے دل و دماغ سے کیا کچھ نہ نکلا ہوگا۔ قیمت
صرف ایکروپیہ چار آنہ عہ/

تفسیر زبدۃ البیان فی اذکار محبوب کنعان

حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے جو کہ نظم میں چھپے ہیں
جسکو ہر شخص بخوبی نہیں سمجھ سکتا اور یہ ایک ایسا قصہ
ہے جسکو قرآن پاک نے احسن القصص بتایا ہے بھلا ایسے قصہ
کو معمولی نظم میں پڑھ لینے سے کیا خاک سمجھ میں آتا ہے۔ اسلیے
ہم نے اس خیال سے زر کثیر خرچ کر کے اردو نثر میں معتبر
تفاسیر سے لکھوایا ہے۔ عبارت نہایت سلیس عام فہم
اور دلچسپ مکمل تفسیر سورۂ یوسف ہے مگر
حقیقت میں محبت الفت کی دلکش تصویر ہے گم
گشتگان وادی عشق کیلئے نسخہ ہدایات اور طالبان
دیدار احمدؐ کیلئے مژدہ بشارت معارف الٰہیہ مسائل اسلامیہ
کا مکمل خاکہ جس میں قرآن کے بیشمار حقائق اور سلوک و تصوف
دقائق کو نہایت دردانگیز مؤثر پیرایہ میں زمانہ حال کے
مذاق کے مطابق بیان کیا گیا ہے اس تفسیر کیلئے ثبوت کی
تحقیق جس عرق ریزی سے کی گئی ہے وہ کتاب دیکھنے سے ہی
معلوم ہو سکتی ہے۔ قیمت ایکروپیہ آٹھ آنہ عہ/

فتح البیان فی مقدمۃ القرآن ۔ یہ قرآن پاک کی مکمل اردو زبان میں تاریخ ہے جس کے مطالعے کے بعد قرآن پاک کی ہر ظاہری و باطنی خوبی سے واقفیت ہو جاتی ہے اس سے بہتر قرآن پاک کی تاریخ آجتک نہیں لکھی گئی مختصر فہرست ملاحظہ ہو۔ کتاب اللہ کے آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت ۔ توراۃ ۔ زبور ۔ دساتیر ۔ رگوید ۔ انجیل کا قرآن مجید سے مقابلہ ۔ قرآن مجید میں تمام علوم موجود ہیں اور اسکا ثبوت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفصل سوانحعمری ۔ قرآن پاک کا نزول ۔ قرآن مجید کا سب سے پہلا جامع کون ہے ۔ اور اس کی کس طرح تقسیم و تفصیل ہوئی اوقاف کی وجہ اور اس کی ضرورت ۔ قرآن پاک کی تاریخ ۔ سات قرأتوں کی تحقیق ۔ عربی زبان اور عرب میں قرآن پاک کے نزول کا سبب تاریخ سے پہلے زمانہ کے حالات عرب کی تاریخ ۔ اسلام کی بنیاد حکومتوں کی بنیاد کسنے ڈالی ۔ بت پرستی اور مسیحت کا مقابلہ قرآن پاک کی تمام دعائیں ۔ شان نزول ۔ فہرست قرآن پاک آیات قرآنی ۔ فہرست بہ اعتبار نزول کہ پہلے کس ترتیب سے قرآن پاک نازل ہوا ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

قیمت ایکروپیہ چار آنہ عہ

جب مایوسی نے گھیر لیا ہو تو ۔ رسول کی کے بتائے ہوئے طریقوں سے جو چاہو گے وہ ہو جائے گا ۔ اس میں دعاؤں کے طریقے آداب احادیث سے لکھے ہیں جس کی ناواقفیت سے دعا قبول نہیں ہوتی ہر طریقے کو معتبر احادیث سے اخذ کیا گیا ہے جن کا اثر یقینی ہے ۔ اس میں علاوہ احادیث کی دعاؤں کے صحابہ تابعین اولیاء کرام کی وہ دعائیں جو پارینہ اوراق یا متبرک سینوں میں محفوظ تھیں معہ ترجمہ درج کردی ہیں ۔ لکھائی چھپائی نفیس کاغذ عمدہ سفید چھوٹی تقطیع ۔ قیمت آٹھ آنہ ۸/

درس روحانی ۔ تصوف کے طریقے آسان اور دلنشین طریقے سے بتائے ہیں ایک صوفی کو جن باتوں کا جاننا ضروری ہے ۔ ان کی پوری طرح تشریح درج ہے اولیا اللہ کے بہت سے مفید و مجرب عمل و وظائف بھی جمع ہیں ۔ اسکا نام احسن الوظائف ہے ۔ قیمت ۱۰/

روحانی حکیمی علاج طب روحانی

جس میں ہر ایک پوشیدہ تیر بہدف یقینی کامیاب ہونیوالے (وظائف) (اسرار، عملیات، نو و نہ نام باری تعالے معہ خواص، سلف صالحین کے خاص خاص وظائف و عمل معہ ترکیب درج ہیں بس جب آپ خدانخواستہ پریشان ہوں اور کسی مصیبت میں گرفتار ہوں تو اس میں سے کوئی عمل یا وظیفہ کر کے دیکھیں انشاء اللہ کامیابی آپ کے قدمبوس ہوگی ہزار ہا مرتبہ کے آزمودہ عملیات و وظائف جو اب تک سینوں میں پوشیدہ تھے آپ کے سامنے ہیں جس سے ہر ایک مسلمان گھر بیٹھے روحانی مطب کھول سکتا ہے ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے ۔

قیمت صرف ایکروپیہ عہ/